جادۂ فکر و عمل

مولانا سید محمد الحسنیؒ

ناشر :

سیّد احمد شہیدؒ اکیڈمی

دارِعرفات، تکیہ کلاں، رائے بریلی (یوپی)

www.abulhasanalinadwi.org

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

طبع دوم

۱۴۳۲ھ مطابق ۲۰۱۱ء

کتاب	:	جادۂ فکر و عمل
مصنف	:	مولانا سید محمد الحسنیؒ
صفحات	:	۱۳۷
طباعت	:	کاکوری آفسیٹ پریس لکھنؤ
کمپوزنگ	:	عطاء الرحمٰن

ملنے کے پتے :

ابراہیم بک ڈپو، مدرسہ ضیاء العلوم میدان پور، تکیہ کلاں، رائے بریلی

☆ مکتبۃ الشباب العلمیۃ، ندوہ روڈ لکھنؤ ☆ مکتبہ اسلام، گوئن روڈ، لکھنؤ

☆ مکتبہ ندویہ، ندوۃ العلماء، لکھنؤ ☆ الفرقان بکڈپو، نظیر آباد، لکھنؤ

ناشر :

سیّد احمد شہیدؒ اکیڈمی

دارِ عرفات، تکیہ کلاں، رائے بریلی (یوپی)

www.abulhasanalinadwi.org

فہرست

نمبر شمار	عناوین	صفحہ
۱	عرض ناشر	۳
۲	مادیت سے روحانیت کی طرف	۵
۳	جو دلوں کو فتح کر لے وہی فاتح زمانہ	۱۱
۴	محبت کا پیغام عصر حاضر کے نام	۱۷
۵	ہدایت کی ایک بہترین تمثیل	۲۳
۶	زندگی کا سفر	۲۶
۷	کامیابی کا اصل دروازہ	۳۳
۸	ماحول کے دھندلکوں میں ہمارا راستہ	۳۶
۹	کردار کیسے پیدا کیا جائے	۴۱
۱۰	کیا ابھی تک اس کا وقت نہیں آیا....؟	۴۷
۱۱	اجتماعی زندگی اور اس کے تقاضے	۵۴
۱۲	ایمان کا آسان راستہ	۵۹

www.abulhasanalinadwi.org

۱۳	غلط تقسیم	۶۵
۱۴	دین کا جامع تصور	۶۷
۱۵	آئین جواں مرداں	۷۴
۱۶	مجاہدہ کا اصل میدان ۔ اتباع سنت	۸۰
۱۷	قربانی اخلاص کے ساتھ	۸۴
۱۸	قربانی کا صحیح راستہ	۹۰
۱۹	کہ خون صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا	۹۷
۲۰	موجودہ حالات اور مسلمانوں کی نازک ذمہ داری	۱۰۴
۲۱	نیا محاذ	۱۱۱
۲۲	سد سکندری کی نہیں سد ایمانی کی ضرورت ہے	۱۱۴
۲۳	ہمارے معاشرہ کی دو اہم بنیادیں	۱۲۰
۲۴	دعوت کا ایک ناگزیر مرحلہ	۱۲۳
۲۵	اسلام کا معیار تہذیب	۱۲۶
۲۶	روشن مستقبل کی طرف	۱۳۲

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض ناشر

الحمد لله رب العالمين و الصلاة والسلام على سيد الأنبياء و خاتم المرسلين محمدؐ آله وصحبه أجمعين ۔

والد ماجد مولانا سید محمد الحسنی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ دوسری کتاب ہے، اس سے پہلے ''قرآن آپ سے مخاطب ہے'' کے عنوان سے وہ مضامین شائع کئے گئے تھے جو قرآن مجید کی مختلف آیات کی توضیح وتفسیر کے طور پر لکھے گئے تھے اور معاشرہ کے ان سے انطباق اور ان کی روشنی میں اصلاح وتعمیر کے طریقہ کار کو ان میں سلیس زبان اور واضح انداز میں پیش کیا گیا تھا۔

پیش نظر مضامین تعمیر حیات کے وہ اداریئے ہیں جن میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے فکر وعمل کی راہیں کھولی ہیں، اور زمانہ کے فتنوں کو بے نقاب کر کے ان سے اپنا دامن بچانے کی تدبیریں بیان فرمائی ہیں، ان میں ان کے دل کا سوز وگداز بھی ہے اور ان کی فکر ونظر کی رعنائی بھی، اور پھر ان کے زورِ قلم نے اس میں آبشار کا شور اور طوفان کا زور پیدا کر دیا ہے۔

مولانا محمد الحسنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی عمر کی صرف چوالیس بہاریں دیکھیں مگر اس مختصر مدت عمل میں انھوں نے اپنے قلم سے عالم اسلام کی رہنمائی کی، وہ اپنی عربی تحریروں میں عرب کے ممتاز ادباء اور داعیوں میں شمار کئے جاتے ہیں، قومیت عربیہ کے فتنہ کو بے نقاب کرنے میں انھوں نے جو کردار ادا کیا تھا اس کا عالم عربی نے پورا

www.abulhasanalinadwi.org

اعتراف کیا، دارالعلوم ندوۃ العلماء کے عربی آرگن ''البعث الاسلامی'' انھوں نے اس وقت جاری کیا جب ان کی عمر صرف بیس سال کی تھی، مگر ان کے طاقتور اور فکر انگیز اداریوں نے ان کو کہنہ مشق صحافیوں کی صف میں لا کھڑا کیا۔

دارالعلوم ندوۃ العلماء کے اردو آرگن ''تعمیر حیات'' کا آغاز بھی انہی کی ادارت میں ہوا، اس میں بھی انھوں نے ایسے طاقتور اداریے لکھے جن کی تازگی آج بھی اسی طرح محسوس ہوتی ہے، مولانا کے مضامین کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ وہ زمانے کے امراض کی نشاندہی کرتے اور دکھتی رگ پر انگلی رکھتے ہیں، مسائل کی عقدہ کشائی فرماتے ہیں اور صحیح اسلامی معاشرہ کی تصویر پیش کرتے ہیں۔

ہندوستانی مسلمانوں پر پانچ دہائیوں سے کم وبیش وہی حالات ہیں جو ۱۹۴۷ء کے بعد سے پیدا ہوئے، مولانا نے ان حالات کو سامنے رکھ کر جو مضامین لکھے آج بھی ان کی ضرورت اسی طرح محسوس ہوتی ہے جو کبھی پہلے تھی، مسلمانوں کے یہ حالات بھی کوئی نئے نہیں اور صرف یہیں کے نہیں، بلکہ بیشتر اسلامی ملکوں کے یہی حالات ہیں، اس لئے بھی ان مضامین کی ضرورت وافادیت بہت بڑھ جاتی ہے۔

راقم شکرگزار ہے عزیزان مولوی محمد راشد ندوی اور مولوی عبیداللہ نیپالی ندوی کا انہوں نے پروف کی تصحیح میں مدد کی اور آیات واحادیث کے حوالے تلاش کر کے منسلک کئے، عزیز القدر مولوی انور کمال ندوی نے حسب سابق طباعت واشاعت کے لئے محنت کی، اللہ تعالیٰ ان سب کو اجر عطا فرمائے اور کتاب کو نافع ومقبول فرمائے۔

بلال عبدالحی حسنی ندوی
گوشۂ مفکر اسلام دارعرفات
۱۱محرم الحرام ۱۴۲۴ھ

www.abulhasanalinadwi.org

مادیت سے روحانیت کی طرف

ہماری موجودہ دنیا کے متعلق آج جو بھی کہا جائے اور لکھا جائے اس میں شبہ نہیں کہ اس کا سب سے بڑا مذہب ''نفس پرستی'' اور اس کا سب سے بڑا پیر ''شکم'' ہے، اور یہ ایسا بین الاقوامی پیر ہے کہ اس کا حلقۂ ارادت مشرق و مغرب اور عرب و عجم ہر جگہ پھیلا ہوا ہے، اور اس کا سکہ ہر ملک میں رواں ہے، اس نے بہت سے چھوٹے چھوٹے پیروں مثلاً قومیت، آمریت، رنگ و نسل اور زبان و وطن کے پجاریوں کو اپنی بساط بچھانے اور اپنا حلقہ بنانے کی اجازت ضرور دے رکھی ہے، لیکن اس شرط پر کہ سب اس کے ماتحت بن کر رہیں، اور اسی سے ''کسب فیض'' کریں، اور ہر فائدہ و آمدنی میں اس کو مقدم رکھیں۔

اس کا نتیجہ یہ ہے کہ سوسائٹی کی نظروں سے وہ معیار اوجھل ہو گئے ہیں جو اس ہمہ گیر مذہب اور اس کے سب سے بڑے پادری یا پروہت کے خلاف علم بغاوت بلند کرتے تھے، اور اس کے سارے اثرات (جس کو ہم اپنی نئی زبان میں معیار زندگی کی بلندی، بہتر اقتصادیات، مادی ترقی اور معاشی خوشحالی جیسے خوشنما ناموں سے تعبیر کرتے ہیں) سے آزاد ہو کر اپنے عمل سے یہ اعلان کرتے تھے کہ انسانیت صرف اچھا کھانے، اچھا پہننے اور اچھے مکان میں رہنے کا نام نہیں ہے، بلکہ یہ انسان کی ایک ایسی ضرورت ہے جس کی تکمیل، قدر و شکر گذاری اور اطمینان کے

www.abulhasanalinadwi.org

ساتھ ہونی چاہیئے، بچوں کی طرح اس کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھنا، فاقہ زدوں کی طرح اس پر گرنا، اور اس کو پا کر اپنے کو کھو دینا، انسان کے جوہر عالی اور اس کے بلند استعداد کی سخت ناقدری اور توہین ہے۔

یہ انسانی معیار جو خدا کے فضل سے ہر زمانہ میں اور ہر جگہ پائے جاتے تھے، اس زمین میں خدا کی نشانی بن کر، اور انسانوں کے اس جنگل میں پرچم کی طرح بلند ہو کر، اس بات کی دعوت دیتے تھے کہ اپنے کو اس نفس کی غلامی اور اس شکم کی اسیری سے آزاد کرو، جس کی وجہ سے خدا کی ایک مخلوق گائے، بیل اور سور، کتے کے ذلیل نام سے پکاری جاتی ہے، اور جس کے سامنے صرف دو چیزیں ہوتی ہیں، اپنی خواہش اور اپنا پیٹ۔

نفس پرستی اور شکم پرستی اور اس کے نتیجہ میں مادیت وحیوانیت کی تاریک گھٹاؤں نے جب کسی ملک اور معاشرہ یا کسی آبادی اور قبیلہ کو اپنی لپیٹ میں لیا ہے، اس وقت اللہ کے مخلص ومقبول بندوں اور عالی ہمت وبلند حوصلہ انسانوں نے دنیا کے رواج ودستور، انسانوں کے قیاس وتجربہ، رائج الوقت معلومات ومسلمات اور ہوا کے رخ کے خلاف ایک ایسے طرز زندگی اور ایسی سطح کا نمونہ پیش کیا جس میں خزف ریزوں اور ٹھیکروں اور روپیوں اور اشرفیوں میں کوئی فرق باقی نہیں رہ گیا تھا، اور شاہ و گدا سب برابر ہو گئے تھے، اور ان کے ساتھ جو رویہ اور برتاؤ تھا وہ صرف اللہ کے حکم، شریعت کے فیصلے اور سنت نبوی ﷺ کی روشنی ورہنمائی میں تھا۔

انسانیت کے ان اعلیٰ نمونوں نے (جو اس زمین کی برکت اور پوری انسانیت کی قابل فخر دولت ہیں) نفس پرستی اور شکم کی بالادستی اور حکمرانی پر ہمیشہ سخت ضرب لگائی، اور یہ بتایا کہ کام ودہن کی لذت، اور خواہشات نفس کی تکمیل سے بڑھ کر ایک اور لذت ہے، جس کا مزہ چکھنے کے بعد آدمی ان حقیر اور فانی لذتوں کی

www.abulhasanalinadwi.org

طرف مڑکر دیکھنا بھی نہیں چاہتا، البتہ اس کا مزہ چکھنے سے پہلے کچھ قربانی، ایثار اور صبر کی ضرورت ہوتی ہے۔

آج کی دنیا میں جس چیز پر سب سے زیادہ زور دینے کی ضرورت ہے، وہ یہ ہے کہ انسان کو بتایا جائے اور بار بار یاد دلایا جائے کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے کیسی عظیم اور عجیب وغریب صلاحیتیں عطا فرمائی ہیں، اور کیسے کیسے مقامات اور درجات اس کی زد اور دسترس میں ہیں، اور اگر خدا کی توفیق شامل حال ہو، اور وہ ایک دفعہ ہمت کر کے نفس کی بندش یا کشش سے آزاد ہو جائے، تو کیسے کیسے عالم، کیسی کیسی لذتیں، بلکہ کیسی کیسی جنتیں اس دنیا ہی میں اس کی منتظر ہیں لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ"[1] (ان کے لئے دنیا میں بھی بشارت ہے اور آخرت میں بھی) اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ایک عارف اور حقیقت شناس نے فرمایا تھا:

"لو علم الملوك ما نحن فيه لقاتلونا بالسيوف" (اگر بادشاہوں کو خبر لگ جائے کہ ہم لوگ کس مزے میں ہیں تو وہ رشک وحسد سے تلواریں لے کر ہمارے مقابلہ پر آجائیں) اور اس میں ادنیٰ تعجب اور مبالغہ کی بات نہیں، جب صرف مادی وسائل کو ترقی دے کر آدمی ہوا میں چڑیوں کی طرح اڑ سکتا ہے، اور پانی میں مچھلیوں کی طرح تیر سکتا ہے، اور ستاروں پر کمند ڈال سکتا ہے، اور جب ایک انسان محض اپنے جسم کو ترقی دے کر، مشق وریاضت بہم پہونچا کر اور خود اعتمادی اور خود شناسی کے ذریعہ جسمانی شعبہ میں حیرت انگیز کمالات دکھا سکتا ہے اور ناممکن کو ممکن بنا سکتا ہے، تو کیا یہ انسان اپنے دل اور روح کی صلاحیتوں اور مخفی طاقتوں کو بروئے کار لا کر ان مقامات تک نہیں پہونچ سکتا، جن کے سامنے یہ سارے دنیاوی کمالات اور مادی ترقیات وعجائبات بچوں کے کھیل یا مٹی کے گھروندوں سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے!!

---

(۱) یونس: ۶۴

www.abulhasanalinadwi.org

اس کو بتایا جائے کہ خدا شناسی و خود شناسی کی بدولت ایک ظلوم و عاصی انسان کہاں سے کہاں پہونچتا ہے، کس طرح مٹی سے سونا بنتا ہے، ذرہ سے آفتاب بنتا ہے، کس طرح اس دنیا میں رہ کر دنیا سے بے نیاز ہوتا ہے؟ کس طرح اس دنیا میں جنت کے مزے لوٹتا ہے، اور اس سے بڑھ کر یہ کہ اپنے دل پر خدا کی ''نظر کرم'' دیکھتا ہے، اور اس کے انعامات، نوازشوں، بشارتوں اور خوشخبریوں سے خوش اور سرفراز ہوتا ہے؟

جو ہم دل پہ اس کا کرم دیکھتے ہیں
تو دل کو بہ از جام جم دیکھتے ہیں

کس طرح مخلوق کے لئے فیض و سخاوت کا سمندر بن جاتا ہے، اور کس طرح اس کے انوار و برکات سے آشنا و بیگانہ، دوست و دشمن اور قریب و بعید، اپنی اپنی استعداد اور ظرف اور توفیق الٰہی کے بقدر مستفید ہوتے ہیں، اس کی ذات خلائق کے لئے مرکز و مرجع بن جاتی ہے، اور اس کے اثرات زمانہ اور مسافت کے پردوں کو چیرتے ہوئے آنے والی نسلوں تک پہونچتے ہیں۔

کس طرح اس کی دعاؤں سے مصیبتیں ٹلتی ہیں، اور برکتیں نازل ہوتی ہیں، اور اس کا وجود رحمت و سکینت کی چادر بن کر پورے ماحول پر محیط ہو جاتا ہے، کس طرح اس کی محبت انسانوں کے دل میں ڈال دی جاتی ہے، اور وہ کشاں کشاں اور افتاں و خیزاں اس کے پاس پہونچتے ہیں، اور دیوانہ وار و بے قرار ہو کر اس کا ہاتھ تھامتے ہیں، اور اس کے پیچھے چلنا اپنی سعادت جانتے ہیں، اور اس کی ہر جنبشِ لب اور ہر نگاہِ غلط انداز کو باعث افتخار اور سرمایۂ امتیاز سمجھتے ہیں، اور زبانِ حال سے گویا ہوتے ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

آناں کہ خاک را بنظر کیمیا کنند
آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

کس طرح وہ چھپنا چاہتا ہے اور چھپ نہیں سکتا، دنیا سے منہ موڑتا ہے اور دنیا اس کے قدموں پر گرتی ہے، امراء و بادشاہوں سے دور رہنا چاہتا ہے اور وہ اس کی تلاش میں پیچھے پیچھے گھومتے ہیں، کس طرح وہ خویش واقارب اور خاندان وقبیلہ کی حدود کو پار کر کے پوری انسانیت کا سرمایہ، زمین کی زینت اور دنیا والوں کے لئے برکت بن جاتا ہے۔

ان کو بار بار اس پر آمادہ کیا جائے کہ وہ اپنے ان مادی وسائل، قلبی قوتوں اور ذہنی و عملی صلاحیتوں اور مخفی طاقتوں کا کچھ حصہ نفس اور شکم کی پستی سے بلند ہونے، مادّیت کے قفس زریں سے آزاد ہونے اور اپنے مالک وآقا کی طرف خلوصِ دل اور انابت وندامت کے ساتھ متوجہ ہونے پر صرف کریں۔

وہ اپنے وقت کا کوئی ادنیٰ حصہ اپنے محاسبہ اور اپنی زندگی کے جائزہ پر خرچ کریں، جو کمزوریاں ان کو نظر آئیں، اس کو دور کرنے کی کوشش کریں، توفیق پر شکر ادا کریں، دل کے داغ دھبوں کو اپنے آنسوؤں سے غسل طہارت دیں کہ اس کے لئے کوئی دوسری چیز معتبر نہیں ہے۔ ﴿اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ﴾[1] ''صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو'' کو اپنا اصول زندگی بنائیں، ان کو اپنی نفسانی خواہشات، جسمانی لذتوں اور مادّی فائدوں کا تھوڑا بہت خون ضرور کرنا ہوگا، اپنے دل پر جبر بھی کرنا پڑے گا، کبھی اس کو سزا بھی دینی ہوگی، کبھی سمجھا بجھا کر ہموار کرنا ہوگا، ترغیب اور ترہیب دونوں طریقے آزمانے ہوں گے، دل ودماغ اور نگاہ تینوں چیزوں کی پاسبانی اور نگرانی کرنی ہوگی، اس لئے کہ اگر یہ قابو میں آجائیں گے، تو پھر اعضاء و

(۱) بقرہ: ۱۵۳

www.abulhasanalinadwi.org

جوارح اور عملی وجسمانی شعبے بھی اس کے ماتحت ہو جائیں گے۔

یہ ضرور ہے کہ کچھ عرصہ اس مجاہدہ اور اس تربیت کے بعد آگے کا راستہ آسان ہو جاتا ہے، خود اللہ تعالیٰ کا صاف ارشاد ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا﴾[1] (جو لوگ ہمارے راستہ میں کوشش کریں گے ہم ان کو اپنے راستوں کی طرف ضرور رہنمائی کریں گے)۔

لیکن یہ معاملہ زندگی بھر کا معاملہ ہے، زندگی بھر کی کشمکش، اور عمر بھر کی آزمائش ہے اور اسی آزمائش وفتنہ پر اجر وثواب کا دارومدار ہے۔

اتنی بات ضرور ہے کہ نیکی کے راستہ پر پڑنے کے بعد برائی کی قوتیں قدرتی طور پر کمزور پڑ جاتی ہیں اور بدی کے راستہ پر آگے بڑھنے سے نیکی کی قوتیں خود بخود کمزور اور مضمحل ہونے لگتی ہیں، لیکن یہ کشمکش مرتے دم تک باقی رہے گی اور کامیاب وہی سمجھا جائے گا، جس کو اللہ تعالیٰ اس نازک وقت میں بھی فتنہ وآزمائش سے بچالے اور اپنے مقربین اور ''اصحاب یمین'' میں شامل کرے۔

اے دل تمام نفع ہے سودائے عشق میں
ایک جان کا زیاں ہے سو ایسا زیاں نہیں

+ + + +

(۱) عنکبوت: ۶۹

www.abulhasanalinadwi.org

جو دلوں کو فتح کر لے وہی فاتح زمانہ

انسان کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ اس کا ظاہر و باطن یکساں ہو، ایک طرف اس کا سینہ ایمان و یقین سے، اور اس کا دل لازوال محبت سے معمور ہو، اور دوسری طرف اس کی زبان اس کے دل کی ہمنوا، اور اس کا عمل ان جذبات و کیفیات کی تصدیق کر رہا ہو، اگر یہ بات کسی انسان کو حاصل ہو جائے تو اس کے ہر قول و عمل اور اس کی ہر تقریر اور تحریر میں ایک ایسی کشش اور دلآویزی پیدا ہو جائے گی، جس کی تعبیر الفاظ سے نہیں کی جا سکے گی، لیکن اس کی مٹھاس ہر شخص محسوس کرے گا اور اسے ایسا معلوم ہوگا کہ جیسے کسی نے اس کے دل کی بات کہہ دی ہے یا اس کی گم شدہ دولت اس کو واپس مل گئی ہے۔

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

اغراض کی اس دنیا میں جہاں لوگ صرف مصلحت شناسی اور لین دین کے مفہوم سے آشنا ہیں، یہ صدا ضرور نامانوس ہے، لیکن اب بھی اس میں دلوں کو فتح کرنے اور اقوام عالم کو مسخر کرنے کی پوری طاقت موجود ہے۔

جو دلوں کو فتح کر لے وہی فاتحِ زمانہ

مادّیت کے کچلے ہوئے اور اغراض و خواہشات کے بوجھ میں دبے ہوئے

www.abulhasanalinadwi.org

انسانوں کے لئے اب بھی اگر کوئی چیز دلآویزی اور قیمت رکھتی ہے تو وہ یہی ایمان و یقین کی طاقت اور ظاہر و باطن کی یکسانیت ہے، اگر چہ ان کے ملحدانہ ماحول اور مادہ پرستانہ تعلیم و تربیت نے بظاہر ان کے دل کی ساری حرارت اور گرم جوشی اور سادگی اور پر کاری کھینچ لی ہے اور اس کی جگہ ایک ایسا مصنوعی اور مشینی دل لگانے کی کوشش کی ہے جو ہر قسم کے لطیف احساسات سے عاری اور درد و محبت سے خالی ہو، لیکن جب بھی یہ صدا ان کے کانوں سے ٹکراتی ہے، ان کا دل دھڑکتا ہوا اور نبض چلتی ہوئی معلوم ہوتی ہے، اور ایسا نظر آتا ہے کہ اگر یہ صدا ذرا اور قوت کے ساتھ لگائی جاتی تو شاید ان کو جھنجھوڑنے اور ہوش میں لانے کے لئے کافی ہوتی۔

یہ اخلاص و بے غرضی، خدا ترسی حقیقی انسانیت اور قول و عمل کی یکسانیت کی طاقت ہے، جس کو آج پوری طرح نظر انداز بلکہ پامال کیا جا رہا ہے اور ہر جگہ اس کے لئے عرصۂ حیات تنگ کیا جا رہا ہے، دنیا میں حقیر سے حقیر چیز کے لیے کوشش کرنے والے بلکہ مر مٹنے والے اور ادنیٰ سے ادنیٰ خواہش پر جان دینے والے موجود ہیں۔

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے

لیکن جس چیز کی ضرورت موجودہ دنیا کے نقشہ میں سب سے کم محسوس کی گئی اور جس کو ہر ایک ملک میں نا قابل اعتنا سمجھا گیا، وہ یہی حقیقی انسانی صفات ہیں، جن پر معاشرہ کی فلاح اور آخرت میں نجات کا دار و مدار ہے، اور جس کے فقدان سے ساری زندگی ''ہوا و ہوس'' اور ''ناؤ نوش'' اور ساری دنیا نیلام کی ''منڈی'' بن گئی ہے اور جس میں زندگی موت کے ہم معنی اور موت زندگی کا آخری حل بن کر رہ گئی ہے، شاعر نے کسی خاص شخص کی نہیں ساری مادہ پرست دنیا کی ترجمانی کی ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

زندگی ہے یا کوئی طوفان ہے
ہم تو اس جینے کے ہاتھوں مر چلے

سارا مسئلہ اتنا ہے کہ ایسی بات کہی جائے جس سے کام بھی بن جائے اور دوسرا دل کے حال اور اصل ارادہ سے واقف بھی نہ ہو، ہماری غرض پوری ہوتی ہو، چاہے کسی کی جان جاتی ہو، ہمارے پاس راحت و آسائش بلکہ آرائش و زیبائش کا پورا سامان موجود ہو، خواہ دوسروں کو دو وقت کا کھانا اور ضروری کپڑے بھی میسر نہ ہوں۔

یہ وہ خالص مادہ پرستانہ مزاج ہے جو مغربی اقوام کے غلبہ اور اسلامی عہد اقتدار کے زوال کے بعد ساری دنیا پر حاوی ہو گیا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آب و ہوا میں بھی سرایت کر گیا ہے، لیکن خدا نے انسانوں کو جو عمر عطا کی ہے، اور ان کی زندگی و ترقی کے لیے جو سامان مہیا فرمائے ہیں، اس کی اس میں کوئی خطا نہیں، خطا ان ہی انسانوں کی ہے جنھوں نے بغاوت پر کمر باندھی ہے، اور خود اپنی ناقدری اور تذلیل پر اتر آئے ہیں، جنھوں نے نبوت کی روشنی اور رہنمائی سے بے نیاز اور بے پرواہ ہو کر زندگی گزارنے کا فیصلہ کیا ہے، یا جو ایمان اور عقیدہ رکھنے کے باوجود عملی طور پر اس سے غافل ہیں۔

جو اغراض کا علاج اغراض سے، خواہشات کا علاج خواہشات سے کرنا چاہتے ہیں، جو نفس پرستی کی بھڑکتی ہوئی آگ کو زیادہ طاقت ور نفس پرستی سے بجھانا چاہتے ہیں، جنھوں نے انسان کے لطیف احساسات اور اس کے ضمیر کو فنا کر دینے کی کوشش کی ہے اور یہ سمجھا ہے کہ اس سے سارا فساد اور انتشار ختم ہو جائے گا، اور انسانی زندگی سکون سے ہمکنار ہو جائے گی، جنھوں نے دل کی ہر صدائے احتجاج کو بے دردی سے مسترد کر دیا ہے، اور اس کی ہر جنبش کو سختی کے ساتھ کچل دیا ہے، جنھوں نے دولت اور عزت کی قربان گاہ پر انسانیت کی ہر غم خواری، دلسوزی، حق پرستی، خدا ترسی، فرض شناسی

www.abulhasanalinadwi.org

اور ایمانداری کو بھینٹ چڑھادیا ہے۔

انسانوں کے اس جنگل میں جہاں سب کے سروں پر خواہشات کا بھوت سوار ہے، نبوت کی وہی روشنی راستہ دکھا سکتی ہے، جس نے حق لینا نہیں، حق چھوڑنا سکھایا ہے، جس نے ﴿وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ﴾[1] کی تعلیم دی ہے، جس نے غصہ کو اتارنا نہیں، بلکہ غصہ کو پی جانا مردانگی قرار دیا ہے، جس نے رشتہ توڑنے والے سے صلہ رحمی کا حکم دیا ہے، جس نے غم کھانے اور دوسروں کا غم دور کرنے کی ترغیب دی ہے، جس نے نفع میں سب سے پیچھے رہنے اور ایثار و قربانی میں سب سے آگے رہنے کی دعوت دی ہے، جس نے اہل وعیال اور قرابت داروں کو فائدہ میں ہمیشہ پیچھے رکھا ہے اور غیروں کو ہمیشہ آگے، جس نے خلوت وجلوت میں، رات کے اندھیرے اور دن کے اجالے میں، گوشۂ تنہائی اور بزم وانجمن میں، ہر جگہ اور ہر موقع پر یکساں حالت اور یکساں جذبات پر قائم رہنا اور کسی ترغیب اور کسی خوف ولالچ میں بھی اسلام کے ان اصولوں سے منحرف نہ ہونا، انسانیت کا اصل جوہر اور کمال قرار دیا ہے، جس کی تعلیم یہ ہے کہ کم سے کم خدمت لو اور زیادہ سے زیادہ خدمت کرو، زیادہ سے زیادہ سخاوت وفیاضی سے پیش آؤ، اور سوال و اشراف نفس سے دامن بچاؤ، مخلوق کو فائدہ پہونچاؤ اور اس کا اجر خالق سے طلب کرو، اور خدا کی اطاعت وعبادت اور اس کے دین کی اشاعت کو اپنی زندگی کا مقصد بناؤ، لیکن مخلوق سے اس کے اجر کے طلبگار نہ ہو۔

اسلام کے یہ اصول صرف کاغذی پھول یا خوش کن نظریات نہیں، جس کے لیے طلاقت لسانی یا قلم کی روانی کافی ہو، اس کے لیے ضبط نفس بلکہ نفس کشی کی، بڑے عزم واستقامت اور بڑے صبر وتحمل کی اور سب سے بڑھ کر تضرع اور

---

(۱) حشر: ۹

www.abulhasanalinadwi.org

انابت اور دل شکستگی کی ضرورت ہے، کہ اس کے بغیر زندگی کا کوئی قفل اور دل کی کوئی گرہ کھلتی ہوئی نظر نہیں آتی۔

تو بچا بچا کے نہ رکھ اسے، ترا آئینہ ہے وہ آئینہ
کہ شکستہ ہو تو عزیز تر، ہے نگاہ آئینہ ساز میں

اس کے لیے ہم میں ہر شخص کے سامنے خواہ وہ کسی طبقہ سے تعلق رکھتا ہو ایک ہی اصول ہے، اور وہ یہ کہ وقتاً فوقتاً اپنی زندگی کا محاسبہ کیا جائے اور ظاہر و باطن میں یکسانیت پیدا کرنے کی کوشش کی جائے، جن چیزوں پر ہم صرف ایمان وعقیدہ رکھتے ہیں، یا جن اصولوں کے لیے ہم نے صرف داد و تحسین کو کافی سمجھ لیا ہے، ان پر عمل کرنے کا سچا ارادہ کیا جائے، اور خلوص وعزم کے ساتھ، اپنی کوتاہی اور بے بسی کے احساس کے ساتھ، خدا کی قدرت و رحمت کے یقین کے ساتھ، ایک نئی زندگی کے آغاز کی کوشش کی جائے، یہ ایک ایسی زندگی ہوگی جس میں پتھر سے بھی سخت دلوں کو موم کرنے اور سرکش و عاصی انسانوں کو خدا کے مطیع وفرماں بردار اور انسانیت کے ہمدرد وغم خوار انسانوں میں تبدیل کرنے کی پوری صلاحیت ہوگی، اس کے لیے پھر نہ کسی اشتہار کی ضرورت ہوگی، نہ اعلان کی، یہ زندگی خود اپنی کامیابی اور اپنی برتری کا اعلان ہوگی اور روئے زمین پر خدا کے پسندیدہ طریقۂ زندگی کا اظہار۔

ضمیر انسانی مردہ نہیں ہوا ہے، اس پر صرف غفلت و مادیت کے دبیز پردے پڑ گئے ہیں، ہماری سست خرامی، پست ہمتی، اور کوتاہ دستی کی وجہ سے یہ پردہ چاک نہیں ہو پاتا، اور اس کے اندر چھپا ہوا صاف وشفاف اور پاکیزہ چہرہ دنیا کی نگاہوں کے سامنے نہیں آپاتا۔

انسانوں کی فطرت وہی ہے، اور خدا کا پیغام بھی وہی، نفس پرستی، اغراض اور مادیت کی گھٹاؤں کی وجہ سے یقیناً آج ساری دنیا ایک گہرے اندھیرے میں

www.abulhasanalinadwi.org

ڈوبتی معلوم ہورہی ہے، لیکن مسلمانوں کے پاس اب بھی وہ روشنی موجود ہے جو اس تاریکی کو دور کرسکتی ہے، یہ روشنی خدا کی اور اس کے بھیجے ہوئے پیغمبروں کی روشنی ہے، جس نے تاریخ کے ہر دور ظلمت میں بھٹکے ہوئے انسانی قافلہ کے لیے روشنی کا سامان کیا ہے اور اس کے لیے ہدایت ونجات کا راستہ آسان کیا ہے۔

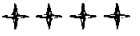

www.abulhasanalinadwi.org

محبت کا پیغام عصر حاضر کے نام

اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سب سے اشرف اور سب سے اعلیٰ مخلوق انسان ہے، اور اس انسان کے اندر سب سے اعلیٰ، سب سے قیمتی اور سب سے زیادہ نازک چیز دل ہے، اور اس دل کا گوہر یک دانہ اور اس کا گنج گرانمایہ محبت ہے۔

در خرمن کائنات کردیم نگاہ
یک دانہ محبت است باقی ہمہ کاہ

یہ دانۂ محبت نہ ہو تو سارا وجود استخوان و پوست اور یہ ساری کائنات گھاس اور پھونس کا ایک ڈھیر ہے، اس محبت کا خاصہ یہ ہے کہ وہ دو محبوب ایک لمحہ کے لئے بھی گوارا نہیں کرسکتی، وہ ایک سے آشنا ہو کر سارے عالم سے نا آشنا ہو جاتی ہے، ایک کے ساتھ بیخود و سرشار ہو کر ساری دنیا سے بددل اور بیزار ہو جاتی ہے، وہ اس محبت کی قیمت سے صرف ایک چیز خرید سکتی ہے اور یہ سودا صرف ایک بار کرسکتی ہے، وہ سب کے ساتھ رہ کر بھی کسی کے ساتھ نہیں ہوتی، سب سے تعلق رکھ کر بھی کسی سے تعلق نہیں رکھتی، وہ طوق و سلاسل میں بھی آزاد ہوتی ہے، اور ہوشیاری و فرزانگی میں بھی بیخود و سرشار رہتی ہے، بڑے بڑے درباروں کو خاطر میں نہیں لاتی، اور مخلص بوریہ نشینوں کو سر پر بٹھاتی ہے، ایک آہِ نیم شبی اور ایک دعائے سحری اس کی نظر

www.abulhasanalinadwi.org

میں ہزار سلطنتوں سے افضل، اور ہزار تاج وکلاہ سے بہتر ہے۔

کہ برد نیزد شاہانِ زمنِ گدا پیامے
کہ بکوے مے خردشاں دو ہزار جسم بجامے

لیکن ان تمام اوصاف کے ساتھ وہ اس قدر غیور ہے کہ کسی دوسرے کا سایہ اور کسی دوسرے خیال کا شائبہ بھی اس کو گوارا نہیں، وہ صرف اس وقت دل میں آتی ہے جب اس کو ہر چیز سے خالی پاتی ہے، کسی خوشامد اور منت وسماجت یا تمنا و حسرت کا اس پر اثر نہیں ہوتا، وہ صرف یہ دیکھتی ہے کہ دل کی جلوہ گاہِ ناز اس کے لئے بالکل خالی ہے یا نہیں، مسندِ قلب اس کے لئے آراستہ ہے یا نہیں۔

أتاني هواها قبل أن أعرف الهوىٰ
فصادف قلبي خالياً فتمكنا

اور جب آتی ہے تو اس طرح آتی ہے کہ دل کے دروازے ہر چیز کے لئے بند ہو جاتے ہیں، اور غیر اللہ کا وسوسہ اور خیال اس کے دروازے تک بھی نہیں پہونچ پاتا، اور اگر کبھی ایسا ہوتا ہے تو "أَتْبَعَهُ شِهَابٌ مُبِينٌ" کا جلوہ نظر آتا ہے اور ﴿إِنَّ الَّذِينَ إِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُمْ مُبْصِرُونَ﴾[1] کا ظہور ہوتا ہے۔

ہمارے لئے اس غیور وخوددار محبت کا پیام صرف یہ ہے کہ "دع نفسك و تعال" (اپنے نفس کو پیچھے چھوڑ دو اور میرے پاس آؤ) پہلے اپنے دیدۂ عبرت سے یہ دیکھو کہ تم نے اپنے "سر پردۂ دل" میں کیسے کیسے ناپاک کتے اور سور، اور کیسے کیسے زہریلے سانپ اور بچھو پال لئے ہیں، تم نے اپنے سارے وجود، اور اپنی زندگی بھر کی غلاظتیں اسی دل میں ڈال رکھی ہیں، نجاست کی کون سی قسم ہے جس سے تم نے اپنے دل کو خالی چھوڑا ہے، معصیت اور غیر اللہ سے محبت کی کون سی آلودگی ہے جس سے

---

(۱) اعراف: ۲۰۱

www.abulhasanalinadwi.org

تمہارا دل محفوظ ہے، ظلم کی وہ کون صنف ہے جو تم نے اس پر روا نہیں رکھی!؟

تم نے اپنے دل میں سونے اور چاندی کے ڈھیر اور ہیرے اور جواہرات کے انبار لگائے، اور بہت عقیدت کے ساتھ ان کی پرستش کرتے رہے، تمہاری پیشانی زمین پر ہوتی تھی اور دل کسی اور چیز کو سجدہ کرتا تھا۔

جو میں سر بسجدہ ہوا کبھی، تو زمیں سے آنے لگی صدا
ترا دل تو ہے صنم آشنا، تجھے کیا ملے گا نماز میں

تمہارے ہاتھ بظاہر خدا کے سامنے بندھے ہوتے تھے، لیکن تمہارے تصور میں کسی اور دربار کا نقشہ ہوتا تھا، مسجد کی بوسیدہ چٹائی کو دیکھ کر ایرانی قالین، اور جدید طرز کے صوفہ سیٹ کی یاد تمہارے دل میں چٹکیاں لیتی تھی۔

تم نے اپنے اقتدار کی ہوس اور حب جاہ میں کتنے حقوق کو پامال کیا، کتنے معصوم اور بے گناہ انسانوں کو اپنے راستہ سے ہٹایا، خود اپنے کو کتنے فریب دیئے، اور اپنے بھائیوں کو کتنے دن اس فریب میں مبتلا رکھا، تم نے اپنے نفس کے کتنے مغالطوں کو حقیقت سمجھا، اور اپنی آنکھیں بند کر کے اس کے پیچھے پیچھے چلتے رہے، یہاں تک کہ اس نے تم کو کسی ایسے مزبلہ میں لا کر چھوڑ دیا جہاں سے واپس ہونے کا راستہ تم کو معلوم نہیں، اور کوئی حقیقی رہبر تمہارے ہمراہ نہیں۔

تم نے "خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ" سینوں کے اسرار اور نگاہوں کی چوری کے راستہ سے اپنے نہاں خانۂ دل کو کس کس طرح گندہ کیا ہے، اور اس میں کیسی کیسی نجس العین چیزوں کو سجا سجا کر خوش ہو رہے ہو۔

تم نے اپنے دل کو عجائب خانہ بنا رکھا ہے، اور اس میں قسم قسم کے جانور پال رکھے ہیں، یہ جانور تمہارے اخلاق و اعمال کی زندہ تصویریں ہیں، تمہاری طمع نے دل میں جا کر کتے کا روپ اختیار کر لیا ہے، تمہاری ہوس نے سور کی وضع اختیار

www.abulhasanalinadwi.org

کرلی ہے، تمہارے ظلم نے بھیڑیے کی کھال اوڑھ لی ہے، اور تمہاری ایذا پسندی نے سانپ اور بچھوں کی شکل اختیار کرلی ہے، غرض ان جانوروں اور کیڑوں مکوڑوں کی کون سی شکل اور شبیہ ہے جس کا تم نے اپنے دل کے عجائب گھر میں انتظام نہیں کیا ہے، اور پابندی سے اس کو راتب نہیں پہونچاتے ہو۔

تم نے اس میں غلاظت کے ڈھیر لگائے ہیں، اور مشک وعنبر کے منتظر ہو، کانٹے بوئے ہیں، اور پھولوں کی آس لگائے بیٹھے ہو، تم نے اپنے دل کے سارے دروازے مقفل کردیئے ہیں اور صرف ایک دروازہ کھلا چھوڑ دیا ہے، اور وہ ہے نفسانی خواہشات کی تسکین کا دروازہ، تم ہر دلفریب اور خوش منظر چیز پر اس طرح لپکتے ہو جیسے وہی تمہارا سب سے بڑا ارمان اور تمہاری سب سے آخری حسرت ہے، لیکن یہ ارمان نکال لینے کے بعد دوسرے ارمان کے ساتھ تمہارا معاملہ اس سے بھی زیادہ بوالہوسی اور بے چینی کا ہوتا ہے۔

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

پھر تم غور کرو کہ تم نے اپنی زندگی کی کتنی حسین وقیمتی ساعتیں اپنے مجازی خداؤں، اور اپنے خود ساختہ آقاؤں کی نذر کی ہیں، تم نے اپنے سوز وگداز اور ناز ونیاز، اور قربانی وایثار کے کیسے کیسے عظیم جذبات ان حقیر ومضحکہ خیز چیزوں پر ضائع کئے ہیں جن کو یاد کرکے آج شاید تم کو ہنسی بھی آتی ہوگی اور رونا بھی۔

تم نے اپنے دل کے لئے کتنے بت تراشے اور توڑے، کتنے محبوب پسند کئے اور چھوڑے، کن کن چیزوں سے دل لگایا، کن کن چیزوں کے لئے آنسو بہائے،.... کن آرزوں اور تمناؤں میں اپنی ساری عمر گنوائی، کن ٹھیکروں اور چیتھڑوں کے لئے تم نے بے تکلف نذرانہ دل پیش کیا، کن وقتی اور حقیر لذتوں کے لئے تم نے

www.abulhasanalinadwi.org

اپنا سارا اثاثہ داؤں پر لگا دیا، تم نے اپنے نفس کی ادنیٰ خواہش اور طفلانہ تحریک پر کیسی کیسی آنے والی نعمتوں اور سرفرازیوں کو ٹھکرا دیا۔

یک لحظہ غافل بودہ ام صد سالہ راہم دور شد

تم نے ہر آواز پر لبیک کہا، ہر نسخہ کو آزمایا، ہر عطار اور نیم حکیم کی بات مان لی، نفس کے ہر اشارہ کی تکمیل اپنا مقدس فرض سمجھا اور اس کے لئے اپنے عزیز اوقات بے دریغ صرف کئے، اپنا قیمتی روپیہ پانی کی طرح بہایا، اپنی قوت فیاضی سے خرچ کی، اپنی ہر مخفی صلاحیت کا دل کھول کر استعمال کیا، تو پھر کیا خدا کی خوشنودی رضائے الٰہی اور اس بارگاہ عالی کے پروانۂ راہداری کو تم نے اتنا گرا پڑا سمجھ لیا ہے، کہ اس کے لئے تمہیں کسی محبت اور طلب کی ضرورت نہیں ہے؟ لیکن خدا کا فیصلہ اس کے برعکس ہے، خدا کی محبت حاصل کرنے کے لئے سب سے پہلے تمہیں اپنے ''کعبۂ دل'' کو ان تمام بتوں سے صاف کرنا ہوگا، تمہیں دل پر پتھر رکھنے ہوں گے، اور بعض اوقات پیٹ پر بھی پتھر باندھنے ہوں گے، نفس کے گلے پر جیتے جی چھری پھیرنی ہوگی اور قدم قدم پر اپنی مخالفت کرنی پڑے گی، اس کی ہر ترغیب اور دعوت کو اپنے قدموں سے روندنے کی طاقت پیدا کرنی ہوگی، اور ہنسی خوشی یا رو رو کر ان محبوب چیزوں کا فراق گوارا کرنا ہوگا جو زندگی بھر ہمارے ساتھ رہیں۔

اگر ہمیں محبت حق کی تمنا ہے تو اس کا راستہ صرف یہی ہے اور جنون کی شوریدہ سری اور سچی طلب کی بے تابی اور برق وشی اس راہ کی سب سے پہلی شرط اور اس ''دیوان عشق'' کا سب سے پہلا سبق ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

﴿أَحَسِبَ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكُوْا أَنْ يَقُوْلُوْا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ☆ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِيْنَ ☆[1]﴾

(کیا لوگ سمجھتے ہیں کہ ان کو یونہی چھوڑ دیا جائے گا، کہ انہوں نے کہا کہ ہم ایمان لائے اور ان کو آزمایا نہ جائے گا، ہم نے پہلے لوگوں کو بھی آزمایا تو اللہ نے خوب جان لیا کہ کس نے سچ کہا اور اس نے جھوٹ کہنے والوں کو بھی خوب پہچان لیا)

(۱) عنکبوت: ۲

www.abulhasanalinadwi.org

ہدایت کی ایک بہترین تمثیل

''ہدایت'' کے معنی سب جانتے ہیں، اور ہم سب نماز میں بار بار ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ﴾ پڑھتے ہیں لیکن ہدایت کی حقیقت ہے کیا؟ اس کی ایک بہترین مثال مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات میں نظر آئی، انھوں نے اپنا واقعہ بیان کیا کہ ایک مرتبہ میرے ڈبہ میں کوئی مسلمان افسر سوار ہوئے، گاڑی چھوٹ گئی، انھوں نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کہاں جارہے ہیں، میں نے اس جگہ کا ان کو نام بتایا (غالباً لکھنؤ یا کوئی اور شہر تھا) یہ سنتے ہی اچانک وہ بیحد پریشان ہوئے، وہ غلطی سے اس گاڑی میں بیٹھ گئے تھے جو بالکل مخالف سمت کو جارہی تھی، میں نے ان کو اطمینان دلایا کہ پریشانی کی کوئی بات نہیں، آگے اسٹیشن پر اتر کر دوسری گاڑی پر سوار ہولیجئے گا، باوجود اس کے گاڑی جتنی آگے بڑھتی ان کے تکدر اور الجھن میں اور اسی قدر میرے اطمینان میں اضافہ ہوتا، اس کا سبب یہ تھا کہ ریل اگرچہ ان کے مستقر سے زیادہ قریب تھی لیکن منزل مقصود سے برابر دور ہورہی تھی اور اسی کے بقدر میری منزل قریب ہوتی جارہی تھی۔ اس وقت مجھے خیال آیا کہ اس دنیا میں مومن کی مثال بھی کچھ یہی ہے، دنیا کی گاڑی پر دونوں سوار ہیں، فرق صرف یہ ہے کہ ایک منزل سے قریب ہورہا ہے اور دوسرا دور ہورہا ہے، رخ کے صحیح ہونے پر جو اطمینان نصیب ہوتا ہے اور جو

www.abulhasanalinadwi.org

ثمرات مرتب ہوتے ہیں وہ اس کو کسی طرح حاصل نہیں ہو سکتے اور یہی دراصل "اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ" کے معنی ہیں، ہدایت کی اصل حقیقت یہی ہے۔

یہ مولانا تھانویؒ کے اصل الفاظ نہیں، صرف ان کے مفہوم کو بیان کیا گیا ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس میں ہمارے لئے غور وفکر کا بڑا سامان ہے۔

"اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ" کی اس حقیقت پر جتنا غور کیا جائے گا سارے پردے ایک ایک کر کے ہٹتے جائیں گے، نفس مطمئنہ جس کے لئے رضائے الٰہی اور نعمائے جنت کی بشارت ہے، دراصل اسی ہدایت اور رخ کی صحت کا ثمرہ ہے، ﴿إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْأَرْضَ (۱)﴾ اس کی تفسیر ہے ﴿أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (۲)﴾ اسی ہدایت کی ترجمانی وتشریح ہے، ہمارے وہ ہمسفر جن کو یہ نعمت میسر نہیں خواہ کتنے ہی آرام میں ہوں اور ساز وسامان رکھتے ہوں، ان کو وہ حقیقی اطمینان کیسے میسر آ سکتا ہے جو صحیح راستے اور صحیح رخ پر سفر کرنے والے کو نصیب ہے، اگر دنیا کے یہ مسافر اپنے عیش وآرام اور ہنگامہ ناؤ نوش میں اس قدر مست ہیں کہ ان کو منزل کا ہوش نہیں، یا اس قدر متکبر اور سرکش ہیں کہ جاننے کے باوجود انجانے بن رہے ہیں، تو اس کی حقیقت اس وقت معلوم ہوگی جب اسٹیشن آئے گا، یہ اسٹیشن دراصل قبر کی وہ دنیا ہے، جہاں موت کے بعد حشر تک انسان کو رہنا ہے، وہاں جب ان سے ٹکٹ مانگا جائے گا تو ان کے پاس سوائے حسرت ونامرادی کے کچھ نہ ہوگا، حدیث شریف میں آتا ہے کہ قبر میں جب خدا، دین اور حضور ﷺ پر ایمان کے بارے میں سوالات ہوں گے، تو مومن فوراً صحیح صحیح جواب دیدیگا اور کافر کہے گا (هاها لا أدري) (ہائے میں تو نہیں جانتا)۔

---

(۱) انعام: ۷۹ (۲) یونس: ۶۲

www.abulhasanalinadwi.org

رخ کا صحیح ہونا اصل ہدایت ہے، باقی تمام تفصیلات کا درجہ بعد میں آتا ہے اور اس معاملے میں سب سے زیادہ اہمیت عقیدہ کی درستی اور نیت کی صحت کی ہے، اول یہ دیکھنا چاہئے کہ شرکِ جلی یا شرکِ خفی کی آمیزش تو نہیں، خدا پر ایمان اور خدا پر بھروسہ کے ساتھ کسی اور پر ایمان اور کسی اور پر بھروسہ تو نہیں، دوم یہ کہ اعمال میں ریا یا نام ونمود کی خواہش تو نہیں "إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ" جس کو نماز میں برابر دہرایا جاتا ہے اور جس کے بغیر نماز ہو ہی نہیں سکتی، اسی لئے ہے کہ عبادت اور استعانت کی ساری قسمیں ہم صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات عالی کے ساتھ وابستہ سمجھیں اور ہمارے دل میں کوئی چور نہ ہو، اگر ہم صحیح راستہ پر ہیں اور اس نعمتِ عظمیٰ کا ہمیں صحیح احساس بھی ہے تو وہ یہ نشان ہے جس کو نفس مطمئنہ کہا گیا ہے، اس کے برخلاف ان لوگوں کا حال ہے، جن کا رخ درست نہیں، اور جو گمراہ ہیں اور غلط راستہ پر ہیں، اب ہم میں سے ہر شخص کو دیکھنا چاہیئے کہ اس کا حال کیا ہے اور اگر اس کا حال اچھا ہے تو وہ اس نعمت کا شکر اور اپنا ایمانی فریضہ کس طرح ادا کر رہا ہے، اس روشنی میں سورہ فاتحہ پڑھئے اور ہدایت کے معنی پر غور کیجئے تو بہت سے حقائق سمجھ میں آجائیں گے۔

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ☆ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ☆ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ☆ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ إِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ☆ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ☆ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ☆ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ﴾۔

(سب تعریفیں اللہ کو لائق ہیں جو مربی ہیں ہر عالم کے، جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں، جو مالک ہیں روز جزاء کے، ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی سے درخواست اعانت کی کرتے ہیں، بتلا دیجئے ہم کو رستہ سیدھا، نہ ان لوگوں کا جن پر آپ کا غضب کیا گیا، اور نہ ان لوگوں کا جو رستہ سے گم ہو گئے)۔

www.abulhasanalinadwi.org

زندگی کا سفر

زندگی کا سفر کسی رفیق و رہبر اور کسی ہمدرد و مخلص کے بغیر کبھی پورا نہیں ہو سکتا، زندگی کے مسافر کو قدم قدم پر رہنمائی کی، تنبیہ کی، شفقت و دلداری کی، حوصلہ افزائی اور غم خواری کی ضرورت پڑتی ہے، اس کو اس اہم، نازک اور طویل سفر کے لئے کچھ رفقاء کا انتخاب کرنا پڑتا ہے، کسی پر اعتماد کرنا پڑتا ہے، کسی کی اطاعت کرنی پڑتی ہے، کسی کا مشورہ ماننا پڑتا ہے، اپنے دکھ درد، آرام و راحت، سکون و اطمینان اور بے یقینی و بے اطمینانی، غرض اس سفر کے ہر موڑ پر اور ہر حالت میں اس کو ان مخلص رہبروں اور رفیقوں سے قوت حاصل ہوتی ہے، سکون پہونچتا ہے، اس کے شکوک زائل ہوتے ہیں، بے اطمینانی دور ہو جاتی ہے اور وہ نئے حوصلہ اور اعتماد کے ساتھ اس راہ میں مردانہ وار آگے بڑھتا رہتا ہے، اگر یہ جیون ساتھی نہ ہوں تو جینا دوبھر ہو جائے، زندگی میں کوئی لطف اور کشش باقی نہ رہے، قدم قدم پر ٹھوکریں لگیں، ہر موڑ پر شبہ ہو کہ صحیح سمت کیا ہے؟ منزل کی دوری اور احساسِ تنہائی کا بوجھ، دل کی گھٹن اور جذبات و خیالات کی بندش، انسان کے عقل و ہوش اور قوت فیصلہ کو جامد اور معطل کر دے، اور اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا جائے اور اس کو ایسا محسوس ہو کہ اس بے کیف اور بے مزہ زندگی سے موت بہتر ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

یہی وہ حقیقت ہے جس کو ہم ماحول سے تعبیر کرتے ہیں، ماحول دراصل نام ہے زندگی کے کچھ ساتھیوں کا، جو اس سفر میں ہمارے شریک ہوتے ہیں اور ایک وفد یا جماعت کی شکل میں ہمارے ساتھ چلتے ہیں، ان کو ہماری مدد کی ضرورت ہوتی ہے اور ہمیں ان کی مدد کی، ان میں سے کوئی کسی سے بے نیاز نہیں ہوسکتا، ایک دوسرے پر حکومت نہیں چلاسکتا، سب ایک کشتی کے سوار اور ایک فکر میں گرفتار نظر آتے ہیں، وہ ہے جلد سے جلد اور عافیت وسلامتی کے ساتھ منزل تک پہونچ جانا۔

منزل مقصود کی اہمیت اور اولیت کے بعد دوسرے نمبر پر جو چیز آتی ہے، وہ یہی ماحول ہے، یعنی یہ طے کرنے کے بعد کہ ہماری سمت کیا ہوگی، کن کن مراحل سے گذرنا ہوگا اور حقیقی وآخری منزل کیا ہوگی؟ ہمیں یہ دیکھنا چاہیے کہ ان رفقاء کی منزل کچھ اور تو نہیں ہے، وہ کعبہ کے بجائے ترکستان تو نہیں جارہے ہیں، اس کا اچھی طرح اطمینان کرلینے کے بعد ہمیں یہ دیکھنا ہوگا کہ ان میں مقصد کی لگن کتنی ہے، ان کی طلب سچی ہے یا جھوٹی، وہ اس راہ کی تکلیفوں کو برداشت کرنے اور اس کے حقوق کو ادا کرنے کے اہل ہیں بھی یا نہیں؟ اس راہ کے صرف پھول ہی انھیں عزیز ہیں، کانٹوں سے انھیں نفرت ووحشت ہے یا ان کا وہ حال ہے جو شاعر نے اس طرح بیان کیا ہے۔

گلشن پرست ہوں مجھے گل ہی نہیں عزیز
کانٹوں سے بھی نباہ کئے جارہا ہوں میں

ایسا تو نہیں ہے کہ ''محبوب حقیقی'' تک پہونچنے کے بجائے وہ اس طویل سفر کی دلفریبیوں اور رعنائیوں میں اس طرح پھنس چکے ہوں کہ اب انھیں منزل تک پہنچنے کی کچھ زیادہ فکر نہ ہو، ان کے جذبات وکیفیات، ان کا رویہ اور طرزِ عمل ایسا تو نہیں جو اس منزل کے تقاضوں اور اس راہ کی شرائط کے بالکل خلاف ہو اور وہ اپنے

www.abulhasanalinadwi.org

دل کو مارنے، خواہشات کو دبانے، منزل کی یاد میں مزہ لینے اور اس کی تکلیفوں سے حظ حاصل کرنے، اس کی نعمتوں کا شکر کرنے اور اپنی بے مائگی و بے ہنری، بے بسی و ذلّت خواری اور فقر و احتیاج کے احساس اور اس نسبت گرامی پر ناز و اعتماد کی حقیقت سے بالکل ناواقف ہوں اور یہ ان کے لئے بے معنی الفاظ یا بے جان اصولوں سے زیادہ وقعت نہ رکھتی ہو۔

منزل متعین ہو جانے کے بعد زندگی کے ہر مسافر کی اولین احتیاج ایسے رہبروں اور ہمسفروں کی تلاش و جستجو ہے جو اس معیار پر پورے اترتے ہوں اور جو کچھ اپنی زبان سے کہتے ہوں اس کو سچ کر دکھاتے ہوں، ان کی زندگی اخلاص وللّٰہیت، راست بازی اور صداقت شعاری اور محبت و وفاداری کا دلکش نمونہ ہو۔

یہ نسخہ نہ کسی ذہن کی اختراع ہے نہ کوئی نظریاتی بحث، قرآن مجید نے اہل ایمان کے لئے یہی طریقۂ عمل تجویز کیا ہے:

﴿یٰأَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوْا اللّٰہَ وَ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ[1]﴾

(اے ایمان والوں، اللہ کا ادب ولحاظ کرو اور سچے لوگوں کے ساتھ رہا کرو)

ہمارے موجودہ معاشرہ کی بہت بڑی خرابی اور اس کی بہت بڑی کمزوری زندگی کے سفر میں ماحول کی اہمیت کو نظر انداز کرنا اور اس سے غفلت برتنا ہے۔

ہم میں سے ہر شخص کے لئے خواہ وہ کسی سطح اور کسی معیار کا ہو اچھے رہبروں، مشیروں اور ہمسفروں کا انتخاب ایک ایسا نازک کام ہے، جس میں ذرا سی چوک ساری زندگی کو غلط سمت پر ڈال سکتی ہے یا اس میں رکاوٹیں پیدا کرسکتی ہے، اور انسان کو مختلف چیزوں میں الجھا سکتی ہے۔

اگر آدمی کا ماحول اچھا نہ ہو اور اس کے رفقاء اس معیار کے حامل نہ ہوں جو

---

(۱) توبہ: ۱۱۹

www.abulhasanalinadwi.org

قرآن وحدیث نے متعین کیا ہے، اور جس کا اعلیٰ نمونہ صحابہ کرام اور ہمارے اسلاف نے پیش کیا ہے، تو اپنی فکری اور روحانی غذا کے لئے اس کو بہت سی چیزوں کا سہارا لینا پڑتا ہے، دینی کتابوں کا مطالعہ، دینی جلسوں میں حاضری اور اس طرح دوسری چیزیں وہ ہیں جن سے وہ اپنے دینی جذبہ کی تسکین اور اپنے روحانی خلاء کو پر کرنا چاہتا ہے، یقیناً یہ چیزیں بعض وقت بہت کام کر جاتی ہیں اور اس کی صدہا مثالیں موجود ہیں کہ قرآن مجید کی کسی آیت نے، کسی خاص واقعہ نے، کسی شعر نے اور کسی کتاب یا تقریر نے انسان میں ایک ایسی لازوال خلش پیدا کر دی جو پھر کبھی نہ مٹ سکی اور رنگ لائے بغیر نہ رہی، لیکن بالعموم ایسا نہیں ہوتا، سنت اللہ یہ ہے کہ آدمی کو اس کے لئے وہ سب کچھ کرنا پڑتا ہے، جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے اس کو دیا ہے۔

اس بات کو ایک معمولی مثال سے سمجھا جا سکتا ہے، سخت گرمی اور لُو کے زمانے میں پیاس اور بے چینی کی تکلیف کو دور کرنے کے لئے ایک طریقہ ہے کہ بار بار شربت پیا جائے، برف کا استعمال کیا جائے، لیکن سب جانتے ہیں کہ ان چیزوں کا فائدہ عارضی ہوگا اور گرمی کی شدت اور لُو کے تھپیڑوں اور پیاس سے آدمی کو نجات نہ ملے گی، لیکن اگر وہ ایر کنڈیشنڈ گھر میں رہنے لگے تو اس کے لئے گویا موسم ہی تبدیل ہو جائے گا، بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ اس کی دنیا ہی بدل جائے گی، جلسوں، تقریروں، کتابوں، رسالوں سب کا یہ حال ہے کہ وہ اس ماحول کا صرف ایک جزو ہیں، کل نہیں، ان سے ماحول کو تقویت حاصل ہو سکتی ہے یہ اس کا دائرہ اور وسیع کر سکتے ہیں، لیکن ان میں سے کوئی تنہا چیز نہ ماحول کی جگہ لے سکتی ہے اور نہ اس کی ضرورت پوری کر سکتی ہے۔

قرآن مجید کی اس آیت میں ہم کو اچھے ماحول کی جستجو کی طرف متوجہ کیا گیا ہے اور یہ کہا گیا ہے کہ ہم اچھے اور سچے لوگوں کی رفاقت اور صحبت اختیار کریں اور

www.abulhasanalinadwi.org

زندگی کا یہ سفر ان کے ساتھ کریں۔

یہ ساتھی اور رہبر جس معیار کے ہوں گے اسی حساب سے منزل پر پہونچا جاسکے گا، ان میں جس درجہ کا ایمان ویقین، اخلاص و بے غرضی، حق طلبی اور خدا ترسی ہوگی، وہ معرفت و احسان کی جس منزل پر ہوں گے، ان میں جتنی تاثیر وقوت اور ایمان ویقین کی حرارت ہوگی، ان کو خدا کی ذات وصفات کا جو یقین واستحضار ہوگا اور مختصر یہ کہ ان کو خدا سے جس درجہ گہرا، سچا اور حقیقی تعلق ہوگا، اسی قدر وہ دوسروں کے لئے مفید اور موثر ہوں گے، اور ہم کو جلد سے جلد وہ ''گوہر مقصود'' حاصل ہوگا جو ہر زمانہ میں اہل نظر واہل دل کی تمنا، ان کی ساری کوششوں کا ماحصل اور کائنات کا حاصل ہے۔

ہر دو عالم قیمت خود گفتۂ
نرخ بالاکن کہ ارزانی ہنوز

زندگی کے اس طویل، پرآشوب، فتنہ انگیز اور خطرناک سفر میں ہر قسم کی پیش بندی ضروری ہے، ادنیٰ ادنیٰ باتوں کا خیال واہتمام ناگزیر ہے اور اپنی ہر کمزوری پر نظر رکھنے اور اس کے علاج وانتظام کی ضرورت ہے، لیکن سب سے زیادہ بنیادی اور اہم بات ایسے رہبروں اور ہمسفروں اور ایسے ساتھیوں کا انتخاب ہے جو ہماری اس زندگی کو کارآمد بنانے، اس ذرۂ خاک کے اقبال کو بلند کرنے، سنگریزوں کو رشک قمر بنانے اور اس ظلوم وجہول، عاصی اور آلودۂ معاصی انسان کو مسجود ومحسود ملائکہ، خدا کا مقرب و محبوب اور اس کے انتخاب ونظر کرم اور اس کی تجلیات وعنایات اور انعامات کا مرکز بنانے میں ہمارے لئے مفید ثابت ہوں، اور ہم کو اس اہم ترین حقیقت سے غافل نہ ہونے دیں جس پر انسان کے فلاح وخسران کا انحصار ہے اور جس کی طرف اس مادّی دور میں سب سے کم توجہ ہے اور جس کو اس نام نہاد، ''حقیقت پسندی'' کے دور میں

www.abulhasanalinadwi.org

رجعت پسندی، رہبانیت اور ترک دنیا کہا جاتا ہے۔

آخرت کو یاد دلانے والا "ھاذم اللذات" (یعنی لذتوں اور سرمستیوں کو برباد کرنے والی چیز موت) کی یاد تازہ کرنے والا، مرنے سے پہلے مرجانے یعنی اپنی خواہشات سے گزر جانے اور نفس کی منزل کو پیچھے چھوڑ دینے کی تلقین کرنے والا، جنت کا شوق اور خدا کی نہ مٹنے والی سچی اور حقیقی طلب پیدا کرنے والا اور اس پر جان و دل نثار کرنے اور اس کی یاد میں مست و سرشار کرنیوالا اور اس کے لئے ہر قسم کی تکلیف اور ہر طرح کا خطرہ ہنسی خوشی قبول کرنے کی دعوت دینے والا ماحول ہم میں سے ہر شخص کے لئے ایک ایسی ناگزیر ضرورت ہے جس کو ٹالنا اپنی زندگی کے ساتھ جوا کھیلنے یا اپنی زندگی کو بے یقینی اور بے اعتمادی اور شک و شبہ کے حوالہ کر دینے کے مرادف ہے، اور ایسے راستہ پر چلنا ہے جس کے متعلق یہ کہنا مشکل ہے کہ وہ کہاں اور کب ختم ہوگا اور اس مسافر کو کہاں پہونچائے گا۔

اس ماحول کی تلاش و جستجو کو ہماری زندگی کے اور دوسرے کاموں اور ضروریات کے سرفہرست ہونا چاہیے، خدا کی زمین خالی نہیں ہے، اس کے سچے اور مخلص بندے ہر زمانہ میں اور ہر جگہ پیدا ہوتے رہے اور جب تک خدا چاہے گا یہ سلسلہ قائم رہے گا، اس کے مقبول بندوں میں آج بھی وہی تاثیر ہے اور ان سے آج بھی وہی فائدہ پہونچ سکتا ہے اور زندگی کے اس سفر میں اب بھی ان پر اعتماد کیا جاسکتا ہے۔ لیکن سچی طلب اور پیاس شرط ہے۔

ہر چیز طلب پر قائم ہے اگر ہمارے اندر طلب نہیں تو فرشتے بھی آسمان سے اتر آئیں تو ہمیں نفع نہیں پہونچا سکتے، زندگی کی نزاکت اور ماحول کی اہمیت کا صحیح احساس ایک ایسا دروازہ ہے جس سے ہم اس ماحول کے اندر داخل ہو سکتے ہیں اور زندگی کا سفر خدا کی نصرت و رحمت کے سایہ میں طے کر سکتے ہیں۔ کاش ہمارے

www.abulhasanalinadwi.org

اندر یہ احساس پیدا ہو سکے اور اپنی قوت حاصل کر کے ہم اس اہم معاملہ کی طرف پوری توجہ کر سکیں اور کسی وقت اس سے غافل نہ ہوں۔

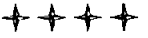

www.abulhasanalinadwi.org

کامیابی کا اصل دروازہ!

علم نافع اور عمل صالح اسلامی زندگی کے دو ایسے ستون یا زیادہ صحیح الفاظ میں دو ایسے تار ہیں، جن کے ملے بغیر صحیح اسلامی زندگی کا تصور ہی قائم نہیں ہوسکتا، ایک مخصوص عقیدہ اور اس کے مطابق عمل، یہ وہ محور ہے جس کے گرد سارا اسلامی نظام گردش کررہا ہے، علم اگر عمل سے محروم ہے تو اس کی کوئی قیمت وافادیت نہیں، اسی طرح عمل اگر علم نافع سے خالی اور عاری ہے وہ تو عین جہالت وضلالت ہے۔

قرآن مجید میں ﴿ إِنَّ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ ﴾ کو جس کثرت سے بار بار دہرایا گیا ہے، اس کا مقصد یہی ہے کہ یہ بات انسان کے دل میں پوری طرح راسخ ہوجائے کہ جب تک وہ ان دونوں چیزوں کا حامل نہ ہوگا، کامیابی سے ہمکنار نہیں ہوگا۔

افسوس ہے کہ یہ دونوں چیزیں جو کبھی لازم ملزوم تھیں، ایک دوسرے سے علیحدہ ہوتی جارہی ہیں، اگر کوئی عالم ہے تو عمل کی ضرورت محسوس نہیں کرتا اور اگر عامل ہے تو علم حاصل کرنے کی اہمیت نہیں سمجھتا یا غلط علم پر اپنی بنیاد قائم کرتا ہے، جو اس سے بھی زیادہ مضر وخطرناک بات ہے۔

مسلمانوں کے انحطاط وپستی کا شکوہ ہر جگہ عام ہے اور تکیۂ کلام بن چکا ہے

www.abulhasanalinadwi.org

لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو اس کی سب سے بڑی جڑ عملی کوتاہی ہے، بہت سی دوسری باتیں جو اس سلسلے میں کہی جاتی ہیں وہ بھی عمل کی کمزوری کا نتیجہ ہیں، اس لئے اسلامی عمل صرف چند رسوم تک محدود نہیں بلکہ وہ زندگی کے تمام شعبوں پر محیط ہے، مثلاً مسلمان کو محنت کرنے، تجارت کرنے اور دوسروں کو فائدہ پہنچانے کی ترغیب دی گئی ہے اور وہ اگر اس پر عمل پیرا نہیں ہوتا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے دین پر صحیح طور سے عمل نہیں کر رہا ہے، وہ کسی پر غلط بھروسہ کرتا ہے، خوشامد کرتا ہے اور اپنی خودی کو مجروح کرتا ہے، تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اس نے اپنے دین کی روح ٹھیک طور پر نہیں سمجھی ہے یا سمجھ کر اس پر عامل نہیں ہے، اس روشنی میں دیکھئے تو اکثر مسائل کی تہ میں علم و عمل کا یہ فرق نظر آئے گا۔

علم و عمل کا یہ فرق وہ عظیم فرق ہے جس کی وجہ سے بہت سے زندہ صورت انسان حقیقتاً مردہ صفت ہیں، بہت سے ہدایت یافتہ نظر آنے والے گمراہ اور بہت سے کامیاب، نامراد و ناکام ہیں۔

علم کی روشنی میں دیکھئے تو اکثر لوگوں کی سطح بہتر نظر آئے گی، بلکہ بعض اوقات بہت بلند نظر آئے گی اور عمل کے لحاظ سے دیکھئے تو ایسی تاریک اور عمیق پستیاں جہاں حدِّ نظر اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔

یہ تو وہ شکل ہے جہاں عمل کا سایہ بھی نہیں پڑتا، لیکن اگر روشنی بھی ہے تو وہ ایسی جیسی بھری برسات کی اندھیری رات میں جگنو کی ٹمٹماتی روشنی، لیکن یہ ہر علم و عمل کی بات نہیں ہے، ہر علم و عمل اللہ کے ہاں مقبول نہیں، یہاں مراد صرف علم نافع اور عمل صالح ہے، یعنی وہ علم جو خدا تک پہونچانے والا ہے اور وہ عمل جو شریعت کی کسوٹی پر پورا اترتا ہے۔

ہماری زندگی میں کئی ایسی چیزیں آتی ہیں جن کو ہم ہمیشہ نظر کے سامنے

www.abulhasanalinadwi.org

رکھتے ہیں،اور وہ ہمارے نزدیک اصول اور معیار کا درجہ رکھتی ہیں،لیکن اگر یہ معیار ہمارے سامنے رہے کہ ہمارے علم وعمل کے درمیان کیا تناسب ہے تو شاید ہماری حقیقت ہم پر جلد آشکارا ہو جائے اور یہی انکشاف خدا تک پہونچنے کا اصل دروازہ ہے۔

"من عرف نفسه فقد عرف ربه" (جس نے اپنے آپ کو پہچانا اس نے خدا کو پہچان لیا)۔

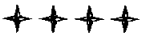

www.abulhasanalinadwi.org

ماحول کے دھندلکوں میں ہمارا راستہ!

ماضی قریب کا ایک واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ ایک جگہ سخت وباء پھوٹ پڑی اور لوگوں میں تیزی سے دہشت اور سراسیمگی پھیلنے لگی، ایسی حالت میں ایک صاحب گھبرائے ہوئے ایک صاحب دل کے پاس آئے اور اپنی گھبراہٹ اور اندیشہ کا اظہار کرنے لگے، ان صاحب نے ان کی حالت دیکھ کر کہا کہ آخر اس قدر پریشانی کی کیا بات ہے، گھوڑا تو نہیں چھوٹ گیا ہے؟ ان کا مطلب یہ تھا کہ اگر گھوڑے کی لگام ہاتھ میں ہے اور اللہ تعالیٰ یہ چیز دیکھ رہا ہے، سن رہا ہے، اور اس کی مرضی اور مشیت اور حکمت کے مطابق سارے کام ہو رہے ہیں، وہ رحیم بھی ہے، علیم بھی، حکیم بھی ہے، قدیر بھی، تو پھر گھبرانے، پریشان ہونے اور ہمت ہار دینے کا کیا موقع ہے؟

ان صاحب کا بیان ہے کہ اسی مختصر جملہ نے آنکھیں کھول دیں اور ایسا محسوس ہوا، جیسے دل کا سارا بوجھ اتر گیا ہے!

ہمارے موجودہ حالات، مسائل، دشواریوں، خطرات اور اندیشوں کے لئے یہ ایک ایسا نسخۂ کیمیا اور ید بیضا ہے، جس کے سامنے مایوسی کے مہیب سے مہیب بادل ایک لمحہ کے لئے نہیں ٹھہر سکتے، اور جس کے سامنے بڑی حفاظتی تدبیریں اور انتظامات اور مادی وسائل و اسباب بالکل ہیچ اور بے اثر نظر آتے ہیں، یہ ﴿إِذَا أَرَادَ شَيْئاً أَنْ يَقُوْلَ لَهُ كُنْ

www.abulhasanalinadwi.org

فَيَكُوْنُ (۱)﴾ کی طاقت ہے، جس کے بعد حالات بدلنے، بلکہ زمین وآسمان بدل جانے میں کسی تاخیر کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا، لیکن اس طاقت کو اپنی طرف متوجہ کرنے اور اس کی حمایت حاصل کرنے کے لئے سب سے زیادہ دو چیزوں کی ضرورت ہے، پہلی چیز اعتماد علی اللہ اور تعلق مع اللہ، خدا پر یہ اعتماد کہ وہ ہم کو ضائع نہیں فرمائے گا، کسی ظالم اور جابر حکومت کو ہم پر مسلط نہیں کرے گا، ہم کو ذلت اور غلامی سے محفوظ رکھے گا، قرآن مجید کا ارشاد ہے: ﴿أَمَّن يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ... الخ (۲)﴾ (وہی ہے جو مضطر کی پکار سنتا ہے اور مصیبت دور کرتا ہے اور تم کو زمین پر اپنا خلیفہ اور وارث مقرر کرتا ہے) ایک جگہ ارشاد ہے:

﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْ أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ (۳)﴾ ﴿وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ (۴)﴾ (اور کہا تمہارے رب نے مجھ سے دعا کرو، میں قبول کروں گا، بیشک جو لوگ میری عبادت سے ترفع کرتے ہیں، وہ جہنم میں داخل ہوں گے ذلیل ہوکر....) (اور ہم اس کی رگ جان سے بھی زیادہ قریب ہیں)۔

حدیث شریف میں آیا ہے، "أنا عند ظن عبدي بي" (۵) (میں اپنے بندہ کے گمان کے مطابق ہوں)

دوسری حدیث میں آتا ہے "کہ اگر بندہ اپنی تدبیروں پر بھروسہ کرتا ہے اور اپنی سمجھ کے بل بوتے پر اپنے لئے راستہ بناتا جاتا ہے، تو پھر اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی فکر نہیں ہوتی" اور حدیث کے الفاظ میں "فلا يبالي بأي واد هلك (۶)" اس کو اس کی ذرا بھی پرواہ نہیں ہوتی کہ وہ کس وادی میں جاکر ہلاک ہوگیا۔

---

(۱) یٰسین: ۸۲ (۲) نمل: ۶۲ (۳) غافر: ۶۰ (۴) ق: ۱۶

(۵) بخاری، کتاب التوحید: "باب قول اللہ "ویحذرکم اللہ نفسہ" (۶) ابن ماجہ "باب التوکل والیقین"

www.abulhasanalinadwi.org

یہ چند آیات اور احادیث ہی تک محدود نہیں، سارا قرآن اور حدیث اعتماد و توکل کی اہمیت اور اس کی برکتوں اور اثرات کے ذکر اور اس کے خلاف کرنے پر وعیدوں سے بھرا ہوا ہے، اور اس پر اتنا زور دیا گیا ہے کہ توحید و رسالت کے بعد سب سے زیادہ اہمیت اسی کی معلوم ہوتی ہے۔

دوسری چیز تعلق مع اللہ ہے، جو اس اعتماد کے ساتھ لازم ملزوم ہے، بلکہ یہ کہنا زیادہ صحیح ہوگا کہ تعلق مع اللہ کے بغیر اعتماد علی اللہ کا حصول بھی ممکن نہیں، جب تک خدا سے رشتہ درست نہ ہوگا، نیت ٹھیک نہ ہوگی، اعمال کا محاسبہ نہ ہوگا، خدا سے محبت و خشیت کا تعلق پیدا نہ ہوگا اس وقت تک اس پر اعتماد اور اس کے وعدوں پر کلی یقین کیسے حاصل ہوسکتا ہے؟

لیکن اس میں شک نہیں کیا جاسکتا کہ تعلق مع اللہ کا سب سے بڑا ظہور اسی اعتماد علی اللہ کی صورت میں ہوتا ہے، اور اس کے کرشمے اس کے قلب میں جلوہ گر ہوتے ہیں۔

اگر تعلق مع اللہ کا اندازہ کرنا ہو، تو دیکھنا چاہیئے کہ اس میں اعتماد و یقین کا کتنا حصہ شامل ہے، اور اس کی مقدار اور اس کی سطح کیا ہے، یہی اس کا سب سے بڑا پیمانہ، سب سے بڑا مظہر اور سب سے اعلیٰ مقام ہے۔

حضرت ابراہیمؑ جب ''وادی غیر ذی زرع'' کی طرف جانے لگے تو حضرت ہاجرہؑ نے پہلا سوال یہی کیا، کہ کیا آپ کو اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دیا ہے؟ جب ان کو یہ بات معلوم ہوگئی تو بڑے اطمینان، بلکہ بڑے ناز و اعتماد کے ساتھ فرمایا ''إذا لا یضیعنا'' تب تو وہ ہمیں ضائع نہیں فرمائے گا۔

حضرت موسیٰ اور ان کے ہمراہیوں کو جب فرعون کے خونخوار لشکر نے دریا کے کنارے کیا اور بظاہر نجات کی صورت باقی نہ رہی، اس وقت حضرت موسیٰ نے

www.abulhasanalinadwi.org

کس اعتماد اور کس محبت کے ساتھ فرمایا: "قَالَ كَلَّا إِنَّ مَعِيَ رَبِّي سَيَهْدِينِ" (ہرگز نہیں، میرے ساتھ میرا رب ہے وہ مجھے ضرور راستہ دکھائے گا)

اور بدر کے موقع پر جب مسلمانوں کے پیر اکھڑنے لگے اور ایسا نظر آنے لگا کہ مٹھی بھر جماعت (جو پوری انسانیت اور سارے زمانوں کے لئے روشنی کی واحد اور آخری کرن تھی) کہیں ڈوب نہ جائے، رسول اللہ ﷺ نے کس درد، کس اعتماد، اور کس تعلق و دلسوزی کے ساتھ دعا فرماتے ہوئے یہ جملہ ارشاد فرمایا:

﴿ اللهم إن تهلك هذه العصابة لن تعبد ﴾ (اے اللہ اگر یہ جماعت بھی فنا ہوگئی تو پھر تیری عبادت کرنے والا کون رہے گا)۔

ان تینوں اور اہم ترین اور عجیب واقعات میں تعلق مع اللہ، یقین و اعتماد اور محبت و دلسوزی کی ایسی جلوہ گری ہے کہ کسی ایک کو دوسرے سے علیحدہ کر کے نہیں دیکھا جا سکتا، اور یہی وہ عناصر ہیں جن کے بعد انسان کا رشتہ خالق کائنات اور مسبب الاسباب سے اس طرح جڑ جاتا ہے کہ پھر کوئی بیرونی قوت اور شورش اور بڑی سے بڑی آزمائش اس کو کمزور نہیں کر سکتی۔

اس کے علاوہ "نفس مطمئنہ" کے حصول کے لئے ان دونوں چیزوں سے بڑھ کر کوئی اور ذریعہ نہیں، قلب کے اضطراب، خوف، بددلی، شکست حوصلگی، پست ہمتی، اور اوہام و وساوس کو دور کرنے کے لئے اس سے زیادہ زود اثر کوئی دوسری چیز نہیں۔

قرآن مجید کا صاف ارشاد ہے:

﴿أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ (۱)﴾ (خوب یاد رکھو اللہ ہی کی یاد سے دل اطمینان پاتے ہیں)۔ ﴿وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ (۳)﴾ (اور جو اللہ

(۱) شعراء: ۶۲ (۲) رعد: ۲۸ (۳) طلاق: ۳

www.abulhasanalinadwi.org

تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے، اللہ اس کے لئے کافی ہے)۔

نیم دلی، مایوسی اور اضطراب دراصل وہ موہوم بدلیاں ہیں، جو دل کی کدورتوں، معصیتوں اور خدا سے بے تعلقی یا اس تعلق کے کمزور ہو جانے کی وجہ سے دل پر چھا جاتی ہیں، خارج میں ان کا اکثر کوئی وجود نہیں ہوتا، دل کو ایک خدا کی یاد پر مرکوز کرنے اور اس کی قدرت کاملہ، اور رحمت واسعہ کے استحضار کے بعد خود بخود یہ بدلیاں چھٹنے لگتی ہیں اور امید و یقین کی شعاعوں سے آئینۂ دل جگمگا اٹھتا ہے، اندھیرے کے ساتھ جتنی مہیب صورتیں، موہوم شکلیں، اندیشے اور غلط نظریے قائم ہو گئے تھے اور جو مفروضات حقائق بن گئے تھے اور دل کو پریشان کر رہے تھے حباب کی طرح غائب ہونے لگتے ہیں اور دل کی گہرائی اور بیرونی سطح اس سے پاک ہو جاتی ہے۔

یہ تعلق اور اعتماد ہمارے مشکلات کا حل بھی ہے، کامیابی کی کلید بھی ہے اور خوف و حزن کا علاج بھی ہے، دوا بھی ہے، ہتھیار بھی ہے، ذریعہ بھی ہے اور مقصود بھی ہے۔

اس کے لئے کہیں دور جانے کی حاجت نہیں، اس کو دل کے نہاں خانہ میں تلاش کرنا چاہیے، یہ غنچہ اسی گلشن میں کھلتا ہے اور اسی چمن میں ملتا ہے، بس دل کے اس دروازہ کو جو عرصہ سے مقفل پڑا ہوا ہے اور جس میں سوائے گندی چیزوں اور کیڑے مکوڑوں کے اور کچھ نہیں ہے، کھولنے اور پاک کرنے اور خدا کی روشنی سے منور کرنے کی ضرورت ہے۔

تو ز غنچہ کم نہ دمیدۂ درِ دل کشا بچمن درآ

www.abulhasanalinadwi.org

کردار کیسے پیدا کیا جائے!

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہماری قوم کو آج سب سے زیادہ کردار کی ضرورت ہے، اور یہ مرض کی وہ صحیح تشخیص ہے جو ایک فرد کے علاج و معالجہ کا سب سے مشکل اور نازک کام، اور کسی قوم و ملک کے علاج و معالجہ کا اس سے بھی زیادہ پیچیدہ اور دشوار کام ہے۔

آج ہمارے ملک میں کسی چیز کی کمی نہیں، خدا نے اس کو ہر طرح سے نوازا ہے، سب سے پہلے تعلیم کو لیجئے، غذائی اشیاء کے بعد اگر کسی مسئلہ کی طرف سب سے پہلے انسان توجہ کرتا ہے، تو وہ تعلیم ہے، یہ تعلیم پہلے کی بہ نسبت اب بہت عام ہو چکی ہے اور ہمارے ملک کے بعض صوبوں اور شہروں میں اس کا اوسط بلاشبہ بڑھ گیا ہے، اعلیٰ تعلیم اور فنی تعلیم کے مراکز جگہ جگہ قائم ہیں، یونیورسٹیوں میں طلبہ کے داخلے میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے، یہی حال صنعت، تجارت، سماجی امور، فلاحی خدمات اور ہمارے تعمیری منصوبوں کا ہے، ہمارا ملک اپنے بہت سے پڑوسیوں سے زیادہ ترقی یافتہ ہے اور اب وہ ایٹمی برادری میں بھی شامل ہو چکا ہے، لیکن ہمیں افسوس کے ساتھ اس حقیقت کا اعتراف کرنا چاہیئے کہ ان تعلیمی و تعمیری ترقیات کے ساتھ ہمارے انفرادی و قومی کردار میں نمایاں زوال ہوا ہے، اور اس کے آثار ہر شعبۂ زندگی

www.abulhasanalinadwi.org

میں نمایاں ہیں اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ان چیزوں کا صحیح پھل ہماری قوم کو نہیں مل رہا ہے اور کردار کی کمزوری گھر کی چہار دیواری سے لے کر اسکول و کالج، دوکان، کارخانہ نجی اور سرکاری اداروں تک ہر جگہ محسوس کی جارہی ہے اور ملک کو اس سے جو ناقابل تلافی نقصان پہنچ رہا ہے، وہ اب کوئی راز نہیں۔

اب ہمارے سامنے یہ سوال آتا ہے کہ یہ کردار کیسے پیدا کیا جائے، جس چیز کو پیدا کرنے سے ہماری دانش گاہیں، نشر و اشاعت کے مراکز، ہماری طاقت ور صحافت، ہمارے سیاست داں، ہماری عدلیہ اور انتظامیہ قاصر ہے اور جس کو وہ سرا نہیں مل رہا ہے جہاں سے کام کا آغاز کیا جائے، اور انسان کے مرجھائے اور سوئے ہوئے دل کو دستک دی جائے اور اس کے رخ کو صحیح کیا جائے، وہ چیز ہم اپنے محدود وسائل اور صلاحیتوں کے ساتھ کس طرح پیدا کر سکتے ہیں؟

لیکن معزز قارئین اس سوال کا جواب اس لئے آسان ہے کہ اس کے سوا اس کا کوئی دوسرا جواب نہیں، یہ وہ قفل ہے، جس کی صرف ایک ہی کنجی ہے، اور اس کنجی کے بغیر کوئی طاقت، ذہانت اور انسانی صلاحیت اس کو نہیں کھول سکتی ہے۔

یہ کنجی ہے خدا کا خوف اور اس کے سامنے جواب دہی کا یقین۔

بلاشبہ آج ہماری قوم کو کردار کی ضرورت ہے، لیکن یہ صرف مرض کی اچھی تشخیص ہے اور سرا ھنے کے قابل ہے، لیکن اس کا علاج صرف اسی صورت میں ممکن ہے، جب تعلیم و تربیت اور نشر و اشاعت اور عوامی رابطہ کے تمام وسائل اس بات پر مرکوز کر دیے جائیں کہ ہمیں اپنی قوم کے اندر خدا کا خوف، ذمہ داری کا احساس، خدا کی عدالت میں جواب دہی کا یقین اور سچائی، امانت داری کا وہ جذبہ پیدا کرنا ہے، جو اندھیرے، اجالے، اور خلوت و جلوت، کسی موقع پر بھی اس کا ساتھ نہ چھوڑے۔

خدا کے بھیجے ہوئے نبیوں اور رسولوں اور دنیا کے عام فلسفیوں اور مفکروں

www.abulhasanalinadwi.org

میں یہی فرق ہے کہ نبی مکان سے پہلے مکیں کی فکر کرتے ہیں، وہ یہ دیکھتے ہیں کہ جو انسان اس میں آباد ہوگا، وہ کیسا ہے؟ اس کے اخلاق کیسے ہیں؟ اس کا کردار کیسا ہے؟ اس میں ایمانداری اور سچائی کتنی ہے؟ وہ خدا سے ڈرتا ہے یا اپنے جیسے انسانوں سے؟ وہ خدا کے ساتھ اپنی قسمت باندھتا ہے یا اس کی پیدا کردہ چیزوں سے؟ وہ تعلیم سے پہلے تعلیم کا مقصد متعین کرتے ہیں، عمل سے پہلے اس کی نیت درست کرتے ہیں، مجموعہ سے پہلے اکائی کی اصلاح کرتے ہیں، انسان کے جسم ولباس سے پہلے اس کا دماغ اور دل درست کرتے ہیں، اور فنا ہونے والی دنیا سے پہلے ہمیشہ باقی رہنے والے گھر کا انتظام کرتے ہیں، اب غور کرلیا جائے کہ اس طرح کے خیالات رکھنے والے انسان کا کردار کیسا ہوگا؟؟

حضرت عمرؓ جو اسلام کے دوسرے خلیفہ ہیں اور تاریخ عالم میں بھی ان کا نام فاروق اعظم کے نام سے روشن ہے، ان کا ایک مشہور واقعہ میں یہاں آپ کے سامنے پیش کروں گا تاکہ ہمیں اندازہ ہوسکے کہ کردار پیدا کرنے کے لئے ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔

حضرت عمرؓ کی عادت تھی کہ صبح سویرے اجالا ہونے سے پہلے اکثر شہر کا گشت کرتے تھے اور آہٹ لیتے تھے کہ کہیں کوئی ظلم اور بے ایمانی اور حق تلفی تو نہیں ہورہی ہے، ایک مرتبہ ایک گلی سے گزر رہے تھے، تو ان کے کان میں ایک عجیب آوازی پڑی، ماں دبی زبان میں بیٹی سے کہہ رہی تھی کہ بیٹی اجالا ہونے سے پہلے دودھ میں پانی ملالے، جلدی کر، بیٹی نے جواب دیا کہ آپ نے امیر المومنین کا اعلان نہیں سنا کہ دودھ میں پانی نہ ملایا جائے، ماں نے کہا کہ امیر المومنین تو آرام سے گھر میں سو رہے ہوں گے، وہ یہاں کہاں دیکھ رہے ہیں، بیٹی نے کہا کہ وہ تو نہیں دیکھ رہے ہیں لیکن خدا تو دیکھ رہا ہے!

''خدا تو دیکھ رہا ہے'' یہ وہ احساس اور یقین ہے جس سے ہمارے اندر صحیح

www.abulhasanalinadwi.org

کردار پیدا ہوسکتا ہے، ایسا کردار جس میں بڑی سے بڑی رشوت، بڑے سے بڑے فائدہ اور کڑی سے کڑی آزمائش میں بھی کوئی فرق نہ آئے۔

جب یہ یقین آدمی کے اندر پیدا ہوجاتا ہے، تو وہ ہر امتحان اور آزمائش میں ثابت قدم رہتا ہے، اس کا ایک عجیب واقعہ ایمانداری اور کردار کی تاریخ میں محفوظ ہے، اور وقت آگیا ہے کہ یہ تاریخ اب قلم سے نہیں عمل سے لکھی جائے۔

جب مسلمان ایرانی سلطنت پر غالب آئے تو کسی آخری معرکہ میں ایک مسلمان سپاہی کو شاہ کسریٰ کا بیش قیمت تاج ہاتھ لگا، جس پر نگاہ ٹھہرنی مشکل تھی اور جس کی مالیت کا صحیح اندازہ کرنا بھی آسان نہ تھا، اللہ کا یہ بندہ ایک عام سپاہی سے زیادہ حیثیت نہ رکھتا تھا اور جس وقت اس کو یہ ملا اس وقت کوئی آنکھ دیکھنے والی نہ تھی، لیکن ایک لحہ تردد کے بغیر وہ اس کو اپنے سالار یا کمانڈر کے پاس ایک چادر میں چھپا کر لایا اور امانت اس کے حوالے کردی، کمانڈر نے اس شخص کی ایمانداری سے متاثر ہوکر اس کا نام پوچھا، اس نے اس کا جو جواب دیا وہ تاریخ کی پیشانی پر آج تک دمک رہا ہے اور لوح دل پر نقش کرلینے کے قابل ہے۔

اس نے کہا "کہ جس کے لئے میں نے یہ کام کیا ہے، وہ میرا نام جانتا ہے"

وہ ایک سچی اور ایماندار لڑکی کا کردار تھا، یہ ایک معمولی سپاہی کا کردار ہے، اور تیسرا نمونہ جو آپ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے، وہ خود فرماں روائے سلطنت کا ہے، جن کو تاریخ امیر المومنین حضرت عمر بن عبدالعزیز کے نام سے یاد کرتی ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز کا واقعہ تاریخ کی کئی کتابوں میں لکھا ہے کہ آپ چراغ یا لیمپ میں (جیسا اس زمانہ میں رواج تھا) سرکاری کاغذات دیکھتے تھے، ایک مرتبہ ایک صوبہ دار کا قاصد سرکاری کاغذات ان کے پاس لایا، رات کا وقت تھا، عمر بن عبدالعزیز باہر آئے، سرکاری کام دیکھا، فراغت کے بعد انھوں نے کچھ گھریلو باتیں

www.abulhasanalinadwi.org

دریافت کیں، یہ سنتے ہی حضرت عمر بن عبد العزیز نے پھونک مار کر چراغ بجھا دیا، انھوں نے وجہ پوچھی، تو عمر بن عبد العزیز نے جواب دیا کہ مسلمان کا مال اس لئے نہیں کہ اس کو عمر کی گھریلو باتوں پر صرف کیا جائے۔

یہ چند واقعات محض اس لئے پیش کئے گئے ہیں کہ ہمیں اندازہ ہو کہ کردار پیدا کرنے کے لئے انسان کے ذہن ونظر اور خیالات وافکار اور اس کے عزائم اور ارادوں میں کس قسم کی تبدیلی کی ضرورت ہے اور اس تبدیلی کے لئے ہمیں کیا کرنا چاہیئے؟؟

یہ وہ کردار ہے جس کے لئے سندوں اور ڈگریوں کی نہیں، خدا کے خوف، خدا کے بندوں سے محبت، احساس ذمہ داری، امانت و دیانت، خلوص و بے غرضی، ایثار وقربانی کی ضرورت ہے، لیکن ان سب کی جڑ اور بنیاد خدا کا خوف اور اس کے سامنے جواب دہی کا یقین ہے اور یہی ان تمام واقعات کی روح ہے جو ابھی اوپر بیان کئے گئے ہیں۔

آج ہمارا معاشرہ جن مصیبتوں میں مبتلا ہے، اس کا تعلق نہ غذا اور لباس سے ہے، نہ جسمانی صحت سے، نہ تنہا دماغ سے، یہ مصیبتیں اس دل کی پیدا کردہ ہیں، جس میں خدا کا خوف نہیں رہا، اس کی مخلوق پر شفقت نہیں رہی، انسانیت کے لئے دلسوزی نہیں رہی، خالص خدا کی خوشنودی کے لئے کام کرنے کا جذبہ اور حوصلہ نہیں رہا، یہ وہ اصل چول ہے جو اپنی جگہ سے کھسک گئی ہے۔

آج ہمارے قومی مسائل کا حل ایمانداری اور کردار کی مضبوطی میں مضمر ہے لیکن یہ کردار دل کی تبدیلی اور نیت اور ارادے کی تبدیلی کے بغیر پیدا نہیں ہوسکتا یہ بدقسمتی ہے، یہی وہ چیز ہے جس کی طرف آج کم سے کم توجہ کی جارہی ہے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہماری ہر تدبیر الٹی پڑ رہی ہے اور ہر تعمیر تخریب پیدا کر رہی ہے، اگر چوروں کی

www.abulhasanalinadwi.org

اصلاح کی فکر نہ کی جائے، ان کی ذہنیت تبدیل نہ ہو، ان کے اندر چوری کی نفرت اور خدا کا پاس اور لحاظ نہ پیدا کیا جائے تو یہ چور پڑھ لکھ کر بھی چور رہیں گے، بلکہ پہلے سے زیادہ شاطر اور منظم ہو جائیں گے یہی حال ہر برائی کا ہے، اس ملک کے بہی خواہوں، اپنے دوستوں اور برادران وطن سے ادب کے ساتھ عرض کروں گا کہ کردار سازی جیسے اہم بنیادی اور فوری کام کی طرف پوری توجہ کریں اس لئے کہ اگر اس کام کی طرف پوری توجہ کر لی گئی تو نہ صرف ہمارے یہ منصوبے کارآمد ثابت ہوں گے، بلکہ ان سے وہ حیرت انگیز اور خوش کن نتائج ظاہر ہوں گے جن کی ہمیں اس وقت توقع بھی نہیں ہے اور اگر اس کی طرف غفلت برتی گئی جیسا کہ اب تک ہوتا رہا ہے تو یہی چیزیں بالآخر ہمارے لئے وبال جان بن جائیں گی، اور ان ہی تعلیم گاہوں اور قومی خدمت کے مرکزوں سے ایسے خودغرض موقع پرست، بے رحم اور انسان نما حیوان پیدا ہوں گے جن کا تصور کرنا آج مشکل ہے اور جس کی طرف چند جھلکیاں اور علامتیں ابھی ظاہر ہوئی ہیں۔

چمن کے مالی اگر بنالیں موافق اپنا شعار اب بھی
چمن میں آسکتی ہے پلٹ کر چمن سے روٹھی بہار اب بھی

www.abulhasanalinadwi.org

کیا ابھی تک اس کا وقت نہیں آیا؟

دین ایک بہت وسیع لفظ ہے، اس سے مراد زندگی گذارنے کا طریقہ، دنیا میں رہنے کا سلیقہ، اور معاش و معاد اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کے ہر شعبہ میں انبیاء کرام کی لائی ہوئی ہدایات و تعلیمات پر مکمل عمل درآمد ہے۔

دین کا یہ وہ تصور ہے جس میں کوئی اختلاف نہیں، ہر مسلک اور ہر ادارہ اور ہر جماعت اور ہر طبقہ کے لوگ اس کے قائل ہیں، لیکن اس کے باوجود مسلمانوں کی عملی زندگی میں ہمیں آج بڑی تقسیم اور تفریق نظر آتی ہے، انھوں نے زندگی کو مختلف خانوں میں بانٹ دیا ہے، کچھ شعبوں کے متعلق انھوں نے طے کر دیا ہے کہ یہ دینی شعبے ہیں، کچھ کے متعلق یہ فیصلہ کر رکھا ہے کہ یہ خالص دین کے دائرہ میں نہیں آتے، مثلاً مسجد کے پہلو میں اس سے بڑی مسجد تعمیر کرنا، حج پر حج کرتے چلے جانا، میلاد کی محفلوں پر ہزاروں لاکھوں روپیہ صرف کر دینا، بلکہ بعض اوقات عقیقہ، قربانی اور شادی پر پانی کی طرح بے دردی سے روپیہ بہا دینا تو ان کے نزدیک عین دین ہے، لیکن دین کے احیاء، دین کی حفاظت و نصرت اور دین کی بقاء و تحفظ کے لئے اگر کوئی اجتماعی کام کیا جائے تو وہ اس میں اپنا وقت، اپنی محنت اور اپنا روپیہ صرف کرنا تقریباً بالکل بے سود سمجھتے ہیں، دینی مدارس اور دینی ادارے، تبلیغی اور اشاعتی

www.abulhasanalinadwi.org

پروگرام کی بات تو ان کی سمجھ میں بمشکل کسی نہ کسی طرح آجاتی ہے، لیکن اگر کوئی ان کے سامنے مسلمانوں کی تنظیم، اور ان کے سیاسی استحکام کی بات کرنے لگے اور اس کے طریقہ اور وسائل ان کے سامنے رکھے تو وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ باتیں دین کے دائرہ میں نہیں آتیں، اور ان کا دل و دماغ اس کو قبول نہیں کرتا کہ وہ اپنا تعاون، وقت اور کوشش اور روپیہ پیسہ اس پر ضائع کریں۔

دین کا صحیح تصور یا دوسرے الفاظ میں صحیح دینی مزاج اس کے مقابلہ میں یہ ہے کہ دین کی جو ضرورت جس وقت پیش آئے، اس کو پورا کیا جائے اور اس میں افتراق وانتشار کے بجائے اس اجتماعیت، عملی وحدت، نظم وضبط اور اطاعت کا مظاہرہ کیا جائے جو صحابۂ کرام کا امتیاز اور سچے مسلمانوں کا طریقہ ہے اور جس کو سعد بن معاذ ؓ نے حضور ﷺ کے سامنے اس جملہ میں ادا کیا تھا۔

﴿فوالله لئن سرت حتى تبلغ البرك من غمد ان لنسير معك ، وو الله لئن استعرضت بنا هذا البحر خضناه معك﴾ (خدا کی قسم اگر آپ ہم کو برک غمدان (ایک دور کا مقام) تک بھی لے جائیں گے، تو ہم آپ کے ساتھ ہی چلیں گے اور خدا کی قسم اگر ہم کو سمندر میں بھی لیے جائیں گے، تو ہم آپ کے ساتھ اس میں داخل ہو جائیں گے)۔

مسجد سے بڑھ کر مقدس اور حج سے زیادہ بابرکت چیز اور کیا ہو سکتی ہے، لیکن اگر کوئی شخص مسجد ہوتے ہوئے بلاضرورت ایک اور مسجد تعمیر کر دے یا سارے فرائض ترک کر کے اپنی ساری دولت حج پر خرچ کرنے لگے تو اس کو دینی کام نہ کہا جائے گا، خواہ اس کی صورت سو فیصدی دینی ہو، اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ دین ایک کل ہے اور نظام پر قائم ہے، ہمارے بچے دین سے بے بہرہ ہوتے چلے جائیں، فسادات پر فسادات ہوں اور اس میں بے گناہ مسلمانوں کا خون پانی کی

www.abulhasanalinadwi.org

طرح بہایا جائے، ان کی دینی شخصیت کو ختم کرنے اور مسخ کرنے اور ان کو ناکارہ، بے ضرر، مفلوج، خوشامدی اور بے ضمیر بنانے کی بھرپور سازشیں ہر طرف کی جارہی ہوں، تو اس وقت مسجدیں بنوانے اور نماز پڑھنے، بلا ضرورت حج پر حج کرنے، اور سونا لانے، شادی بیاہ اور خوشی کی دوسری تقریبات سے فائدہ اٹھا کر اپنی دولت کا مظاہرہ کرنے سے نہ ہمارے دین کا بھلا ہوگا نہ دنیا کا، بلا ضرورت شاندار مسجدیں بنوانا اور فرائض چھوڑ کر نفلی حج کرنا تو عین دینی جذبہ اور ثواب کی نیت کے ساتھ بھی غلط ہے، چہ جائیکہ وہ رویہ جو ہم نے اپنا رکھا ہے، کیا یہی وہ ''قرض حسنہ'' ہے، جس کا خدا نے قرآن مجید میں مسلمانوں سے بار بار مطالبہ کیا ہے، دینی اور ملی اور سیاسی و اجتماعی امور کے ساتھ جو ہمارا معاملہ ہے اس سے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ کو رشوت دے کر اپنا کام نکالنا چاہتے ہیں، یہ رشوت نہیں تو اور کیا ہے کہ ایک مسجد بنوادی، بس سارے اگلے پچھلے گناہ معاف، ایک مدرسہ کھول دیا اور ایک مولوی صاحب کو کہیں سے پکڑ کر اس میں رکھ دیا، بس فرصت، کسی مدرسہ کو دو چار روپیہ دے دیئے وہ بھی مدرسہ کے سفیر یا محصل کو بہت پریشان کرنے، دوڑانے اور بعض وقت ذلیل کرنے کے بعد، اب نہ کچھ کرنے کی ضرورت ہے، نہ سوچنے سمجھنے کی، نہ مسلمانوں کے کسی دینی اور تعلیمی مسئلہ کو حل کرنے کی۔

لیکن ٹیکس سے بچنے، لائسنس اور پرمٹ حاصل کرنے اور کاروبار کی توسیع میں سہولتوں کی فراہمی اور سازگار فضا کے حصول کے لئے اور جن لوگوں سے مستقبل بعید میں بھی کسی رعایت، سہولت یا مالی فائدہ کی توقع ہے، ان کو خوش رکھنے کے لئے ہماری جیب بھی حاضر ہے اور تجوری بھی، نگاہیں بھی فرش راہ ہیں اور دل بھی۔

یہ حالت ہرگز وہ حالت نہیں، جو خدا اور رسول کو مطلوب ہے، دین کی روح اور دین کا مطالبہ یہ ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

﴿اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَ أَنْفُسِكُمْ[1]﴾ (اٹھ کھڑے ہو ہلکے یا بھاری (خواہ کم سامان سے اور خواہ زیادہ) اور جہاد کرو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ) کے لئے کہا جائے تو نکلو، لیکن اگر مظلوم مسلمانوں کی مدد کے لئے کہا جائے تو پھر بات نہ ماننا، اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ دین کی جس ضرورت کے لئے سینہ سپر ہو جانا چاہیے خواہ وہ تبلیغ ہو، مدرسہ ہو، مسلمانوں کی سیاسی تنظیم ہو یا کوئی صنعتی اور تجارتی اسکیم ہو، یا مسلمانوں کے دشوار اور پیچیدہ مسائل کو حل کرنے کے لئے کسی مستقل فنڈ کا قیام ہو یا اردو زبان کا مسئلہ ہو یا بچوں کی تعلیم کا سوال ہو، الکشن اور انتخاب ہو، غرض کہ ہر وہ چیز جس کا تعلق اسلام اور مسلمانوں کے بقاء و تحفظ سے ہے وہ اس جملہ میں شامل ہے، ترتیب صرف یہ رہے گی کہ کس وقت کس چیز کی ضرورت زیادہ ہے، اس بات کا تعلق عقل سلیم اور فہم و شعور سے بھی ہے اور اجتماعیت اور قیادت سے بھی، ہمارا ابھی یہ فرض ہے کہ ہم سمجھیں کہ کس وقت کس چیز کا مطالبہ ہے، کس موقع پر کیا اقدام کرنا چاہیے، حالات کا تقاضہ اور واضح اشارہ کیا ہے؟ اگر اخلاص کے ساتھ ہم اس عقل سلیم اور فہم و شعور سے کام لیں، جس سے خدا نے ہر انسان کو نوازا ہے، تو سارے مسائل خود بخود حل ہوتے جائیں گے اور ہر بات ہماری سمجھ میں آجائے گی، آخر جب تجارت اور کاروبار اور اس طرح کے دوسرے شعبوں میں ہماری عقل خوب کام کرتی ہے اور ہمارا ذہن اس پر خوب چلتا ہے کہ ہمیں کس موقع پر کیا کام کرنا چاہیے، کہیں ہم اس طرح ہاتھ کھول کر خرچ کر دیتے ہیں کہ دیکھنے والوں کو حیرت ہوتی ہے، کبھی ہماری جیب سے ایک پیسہ بھی نکلنا دشوار ہوتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم خوب سمجھتے ہیں کہ جتنا ہم آج خرچ کر رہے ہیں، کل اس سے کہیں زیادہ خالص

---

(۱) توبہ: ۴۱

www.abulhasanalinadwi.org

نفع کی شکل میں وصول کرلیں گے، ساری زندگی ہی ضرورت اور احساس ضرورت کا نام ہے، ہمیں پیاس لگتی ہے تو ہم پانی پیتے ہیں، کھانا نہیں کھانے لگتے، بھوک لگتی ہے تو پہلے کھانے کی فکر کرتے ہیں پانی کی بعد میں، پیٹ میں درد ہوتا ہے تو دردسر کی دوا نہیں کھاتے، پیٹ ہی کا علاج کرتے ہیں، یہ تو ضرورت کی بات ہوئی، احساس ضرورت کا حال یہ ہے کہ بعض وقت کام کی ضرورت ہوتی ہے لیکن اپنی طبیعت کا اندازہ کرکے ہم آرام کو ترجیح دیتے ہیں، ایسا ہم اس لئے کرتے ہیں کہ اس کے بعد ہمیں اس سے زیادہ نازک اور اہم کام درپیش ہوتا ہے اور اس کے لئے یہ درمیانی آرام جس میں تھوڑا بہت وقتی نقصان نظر آتا ہے، ہمیں ناگوار نہیں ہوتا، اس کے علاوہ سردی، گرمی کے احساس کے ساتھ ہماری کیفیات اور حالات بھی بدلتے رہتے ہیں، لیکن دین کے معاملہ میں اور اپنے اجتماعی اور ملی مسائل پر قابو پانے کے لئے ہم کبھی یہ سوچنے تک کی زحمت نہیں کرتے کہ ملت کو اس وقت کس چیز کی ضرورت ہے، کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ ہماری کوشش، ہمارا روپیہ اور ہماری عقل و ذہانت اور قوت و صلاحیت بے جگہ صرف ہو رہی ہو اور ضائع ہو رہی ہو، یا محض سمت ٹھیک نہ ہونے اور ضرورت کا صحیح احساس نہ کرنے کی وجہ سے الٹی نقصان پہونچا رہی ہو؟

اپنی روزمرہ کی زندگی میں ہم اگر سردی سے بچنے کے لئے شام کو لحاف یا کمبل اوڑھ لیتے ہیں تو صبح کو فوراً اتار پھینکتے ہیں، اس لئے کہ حالات اور موسم کا یہی تقاضہ ہوتا ہے، لیکن اپنی سیاسی اور اجتماعی زندگی میں ہم نے ایک ایسا کمبل اوڑھ رکھا ہے جو نہ ہمیں چھوڑتا ہے نہ ہم اسے چھوڑ پاتے ہیں، رات کی سردی ہو یا دوپہر کی گرمی، ہم اس لبادہ کو اتارنے کی ضرورت نہیں سمجھتے ہیں اور اگر کوئی اس کی دعوت دیتا ہے تو برا مانتے ہیں، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ان مسائل میں بھی جو روز روشن کی طرح صاف اور واضح ہیں، اور ان کھلی ہوئی حقیقتوں میں بھی جن میں کسی سچے اور مخلص انسان

www.abulhasanalinadwi.org

کوکوئی شک یا اختلاف نہ ہونا چاہیے، یہ کمبل یا لبادہ ہمارا پیچھا نہیں چھوڑتا، یا ہم اس کو نہیں چھوڑتے، ہم دین کی کسی سند کے بغیر اپنے بنائے اور تراشے ہوئے خانوں میں خود ہی قید ہیں، اور ان خانوں سے باہر اگر کسی چیز کی دعوت ہمیں دی جاتی ہے، کوئی آواز ہمارے کانوں سے ٹکراتی ہے، تو وہ ہمیں بہت نامانوس، اجنبی اور بعض وقت مشکوک اور مشتبہ اور کبھی کبھی مضر اور مہلک معلوم ہوتی ہے، ہم میں سے جو اپنے طلسم میں جتنا گرفتار ہے، حالات کے ادراک، بروقت اور صحیح فیصلہ کی صلاحیت اور اخلاقی جرأت سے اسی قدر دور اور محروم ہے۔

ہم نے شاید اپنے لئے یہ فیصلہ کرلیا ہے کہ ہم دین کو اپنا تابع بنا کر رکھیں گے، اور اس کی آواز پر اسی وقت تک لبیک کہیں گے، جس وقت تک وہ ہمارے مزاج کا ساتھ دے گا۔

شاید ہم نے اپنے لئے یہ فیصلہ کرلیا ہے کہ ہم کو اس طرز زندگی پر ہمیشہ قائم رہنا ہے جو گذشتہ برسوں سے ہندوستانی مسلمانوں کا شعار ہے، یعنی بد سے بدتر حالت اور ہر نوع کی ذلت کے ساتھ مستقل مفاہمت یا ''بقائے باہم'' تاکہ ہماری روزی، ہماری جیب، ہمارا معدہ اور شکم، ہمارا بزنس اور کاروبار اور ہمارے شخصی یا زیادہ سے زیادہ گروہی مفادات محفوظ رہیں، لیکن کیا دین کو اپنا تابع بنا کر ہم خدا کو راضی رکھنے کی توقع رکھتے ہیں، اور کیا کاروبار اور معیار زندگی کی حفاظت اور ضمانت کے لئے یہ طرز زندگی ہماری کچھ بھی مدد کرسکے گا، جو قرآن مجید کی رو سے قابل مذمت اور دنیا والوں کی نظر میں بھی حقیر اور بے قیمت ہے، اور جس کو کچھ لوگ منافقت، خوشامد، بے ضمیری، مفاد پرستی سے تعبیر کرتے ہیں، کچھ لوگ بے حسی اور بے شعوری سے، اور اسلام اور مسلمانوں کے حق میں سخت ترین کوتاہی سے۔

کیا ابھی تک اس کا وقت نہیں آیا کی مسلمان اہل ثروت اس غلط طرز زندگی کو

www.abulhasanalinadwi.org

خیر باد کہیں، جس نے ہندوستان کے مسلمانوں کو خود اپنی نظروں میں شرمندہ اور ذلیل کر دیا ہے، آج اس بھری دنیا میں جہاں خدا اور رسول اور آخرت کی جواب دہی پر یقین نہ رکھنے والے لوگ اپنی سیاسی اور قومی ضرورتوں کے لئے آسانی کے ساتھ کثیر سرمایہ جمع کر لیتے ہیں، مسلمان اپنے نادان اہل ثروت کی بدولت ایک ایسی رسوا کن اور مضحکہ خیز صورتِ حال سے دوچار ہیں، جس کی تصویر کشی نہ آسان ہے نہ خوشگوار، یہ ہماری قومی زندگی اور دینی بصیرت کا وہ المیہ ہے جس کے لئے الفاظ کافی نہیں اور جس کا تذکرہ بہتوں کے لئے باعث تکلیف بن سکتا ہے۔

اند کے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم
کہ تو آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

www.abulhasanalinadwi.org

اجتماعی زندگی اور اس کے تقاضے!

نقطۂ نظر کے اختلاف کے باوجود (جو ایک بالکل فطری اور قدرتی چیز ہے) اجتماعی زندگی کے کچھ آداب اور تقاضے ہیں، جن کو ہمیں ہر نقطۂ اختلاف پر ملحوظ رکھنا اور پورا کرنا چاہیے، یہ نہ صرف اسلام کی تعلیم اور شریعت کا حکم ہے، بلکہ فطرتِ سلیم اور انسانیت کی ان معروف و مسلّم اخلاقی قدروں کا بھی مطالبہ ہے، جن کو قرآن مجید میں ''المعروف'' سے بار بار تعبیر کیا گیا ہے، یعنی اچھائی کے ساتھ، معقولیت و ہمدردی کے ساتھ، دستور کے مطابق۔

بدقسمتی سے ہم مسلمانوں میں یہ اوصاف ایک عرصہ سے مفقود ہوتے جارہے ہیں، اگر ہم ان اوصاف کو دو مختصر لفظ میں ادا کرنا چاہیں تو اس کو اصول پسندی اور قوتِ برداشت سے تعبیر کرسکتے ہیں۔

اسلام کی اجتماعی زندگی محض ظاہری رکھ رکھاؤ یا کسی ٹکنیک کا نام نہیں، اس میں ایک طرف عقیدہ اور اصول پر مضبوطی سے جمنے کی دعوت ہے، اور دوسری طرف اجتماعی فیصلوں کے سامنے سرِ تسلیم خم کردینے اور قوت برداشت سے کام لینے کی بھی تلقین ہے۔

سورۃ العصر میں اسی حقیقت کو بہت آشکارا اور واضح طریقہ پر بیان کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

www.abulhasanalinadwi.org

﴿وَالْعَصْرِ ۞ إِنَّ الْإِنسَانَ لَفِي خُسْرٍ ۞ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ(۱)﴾ (قسم ہے زمانہ کی، بیشک انسان خسارہ میں ہیں، سوائے ان کے جو ایمان لائے اور عمل صالح کئے اور ایک دوسرے کو وصیت کی حق بات کی اور ایک دوسرے کو وصیت کی صبر کی)۔

صبر ایک بہت وسیع لفظ ہے، جس کا تعلق حقوق اللہ سے بھی ہے اور حقوق العباد سے بھی، اس کا اطلاق مختلف چیزوں پر ہوتا ہے، معصیت سے باز رہنا اور نفس کی لگام کو قابو میں رکھنا بھی صبر ہے، کڑوی بات سن لینا یا اپنی بات نیچی کر لینا بھی صبر ہے، نکتہ چینی اور عیب جوئی سے پرہیز صبر ہے، اپنے مزاج اور عادات کے خلاف کرنا بھی صبر ہے، غرض صبر کے ہزار پہلو ہیں، اور ہر شخص ذرا سی توجہ سے یہ محسوس کر سکتا ہے کہ اس کو کس موقع پر صبر کی ضرورت ہے۔

اجتماعی زندگی اور خاص طور پر ملت کی فلاح و بہبود، اسلام کی خدمت و حمایت اور انسانی ہمدردی کے کاموں میں صبر اور قوتِ برداشت کی جس قدر ضرورت پیش آتی ہے، اس کا صحیح اندازہ وہی لوگ کر سکتے ہیں جن کو اس کا تجربہ ہو چکا ہے، لیکن گھر اور محلہ کی محدود اجتماعی زندگی کے نشیب و فراز اور اس کی دشواریوں اور الجھنوں کو سامنے رکھ کر بھی ہر شخص کسی نہ کسی درجہ میں اس کا اندازہ لگا سکتا ہے۔

دیکھنے کی بات یہ ہے کہ اجتماعی یا جماعتی زندگی کے ان پیچیدہ مسائل میں ہمارا رویہ ایک دوسرے کے ساتھ کیا ہونا چاہیے؟

ہم میں سے ہر شخص مخصوص جذبات و خیالات رکھتا ہے، نہ صرف اس کا طرزِ فکر اور مزاج بلکہ طرزِ کلام اور طرزِ نشست و برخاست بھی ایک دوسرے سے جدا ہے، جب یہ ایک مسلّمہ حقیقت اور قانونِ قدرت ہے، تو ہمیں اول روز سے یہ سوچ

---

(۱) عصر

www.abulhasanalinadwi.org

لینا چاہیے کہ اس وادی میں قدم رکھنے کے بعد یہ اختلاف قدم قدم پر رونما ہوگا، اور اس سے واسطہ بار بار پیش آئے گا۔

اس صبر اور قوت برداشت کی حد بھی اسلام نے مقرر کردی ہے، مصالحت و تعاون اور تحمل و ضبط کن جگہوں پر جائز ہے اور کن جگہوں پر ناجائز، وہ دائرہ کیا ہے، جس میں ہم کو اپنے مسلک یا اپنے موقف سے سرِ مو انحراف نہ کرنا چاہیے، ہمیں کس جگہ جمنا چاہیے اور کس جگہ نہ جمنا چاہیے...؟ ان سب چیزوں کے لئے ''تواصوا بالحق'' کی روشنی قرآن مجید نے ہمارے ہاتھ میں دے دی ہے، جہاں حق و صداقت، اصول و مبادی اور بنیادی حقیقتوں اور سچائیوں کے مجروح ہونے کا خطرہ ہو، وہاں اپنے موقف پر اس طرح ثابت قدم رہنا چاہیے کہ کوئی دباؤ یا ترغیب یا فریب ہم کو متزلزل نہ کرسکے، لیکن اگر ہم محسوس کرتے ہیں کہ اس اختلاف کے نتیجہ میں یہ بنیادی اصول و حقائق نہیں، بلکہ ملت کا مفاد مجروح ہونے کا خطرہ ہے تو ہمیں اپنے موقف اور طرز عمل کو بدلنے میں ادنی تردد بھی نہ ہونا چاہیے، خواہ اس سے خود ہمارا مفاد مجروح ہو رہا ہو۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مشہور واقعہ اس مسئلہ میں ہمارے لئے روشنی کا مینار ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ اس وقت تک کافر پہلوان پر حملہ آور رہے جب تک ان کو اس بات کا یقین تھا کہ وہ حق کے لئے لڑ رہے ہیں، لیکن جب اس نے ان کے منہ پر تھوک دیا تو قدرتی طور پر ان کو بہت غصہ آیا لیکن اسی غصہ سے ان کو یہ احساس ہوا کہ اب وہ اس کو قتل کریں گے تو اپنے نفس کے لئے کریں گے، چنانچہ انہوں نے یہی کہہ کر اس کو چھوڑ دیا کہ پہلے میں حق کے لئے انتقام لے رہا تھا، لیکن اگر اب میں انتقام لوں گا تو وہ نفس کے لئے ہوگا، اس لئے میں تجھ کو چھوڑتا ہوں، حق اور نفس کی یہ سرحدیں یا لکیریں ہمیں اپنے اجتماعی کاموں میں بار ہا ملتی اور گڈمڈ ہوتی نظر آئیں

www.abulhasanalinadwi.org

گی، لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ فاصل حدیں خلط ملط نہیں ہوتیں، بلکہ دولتِ ایمانی کی کمی کی وجہ سے ہم اس حد فاصل کو اچھی طرح سمجھ نہیں پاتے۔

اگر ہم محض اس آیت کو اپنے مدنظر رکھیں اور اس کو اپنی زندگی اور جد و جہد کا شعار بنالیں ﴿عَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسَىٰ أَنْ تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ[1]﴾ (ہوسکتا ہے کہ تم کسی چیز کو برا سمجھو اور وہ تمھارے حق میں بہتر ہو، اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو بہتر سمجھو اور وہ تمھارے لئے بری ہو) تو ہمارے معمولی گھریلو مسئلوں اور روزمرّہ کے معاملات سے لے کر بڑے سے بڑے اختلافی اور سیاسی مسائل خوش اسلوبی سے حل ہو سکتے ہیں۔

اختلاف اسی وقت بُری شکل اختیار کرتا ہے، جب اغراض سے اغراض ٹکراتی ہیں، اگر اغراض کا یہ حصہ اس سے نکال دیا جائے تو ان سارے اختلافات کا خود بخود خاتمہ ہو جائے گا جو ملت اسلامیہ کو گھن کی طرح کھائے جا رہے ہیں، اور اس کی اصلاح اور پیش رفت میں سب سے بڑی رکاوٹ بن گئے ہیں۔

دوسروں کی خوبیوں کو پہچاننا ایک فن ہے اور ان کا کشادہ دلی سے اعتراف کرنا اس سے بڑا فن، عملی میدان میں قدم رکھنے کے بعد ہمیں اس فن پر ریاض کی ضرورت ہے، تاکہ تعاون کی راہیں زیادہ سے زیادہ ہموار ہو سکیں، اس میں شک نہیں کہ اس وقت پورا عالم اسلام ان اختلافات کا شکار ہے، لیکن ہندوستان کی وہ مظلوم ملت جو مشترکہ مفاد میں اس طرح جکڑی ہوئی ہے کہ اس میں تفریق کا تصور نہیں کیا جا سکتا، جہاں سب جماعتیں اور ادارے، اخبار اور رسالے ایک کشتی کے سوار ہیں اور سب کو ایک لاٹھی سے ہانکا جا رہا ہے، جہاں دینی و سیاسی قیادتوں کو مشترکہ مسائل کا سامنا ہے، اور جہاں نئی اور تازہ دم قیادت اور ملت کو نئی راہوں اور نئی منزلوں سے

---

(۱) بقرہ: ۲۱۶

www.abulhasanalinadwi.org

روشناس کرنے کی دعوت بے حد قوت برادشت، استقامت اور فراخ دلی چاہتی ہے، وہاں انفرادی و شخصی اختلافات اور ذوق و مزاج کے فرق، نیز مختلف مزاجوں اور طبیعتوں کو ساتھ لے کر کام کرنے کا فقدان، مختلف صلاحیتوں اور قابلیتوں کے افراد کا عدم اتحاد، وقتی اور جذباتی مسئلوں پر انتہا پسندی، مشورہ نہ کرنے کی عادت، اپنی رائے، اپنے فیصلہ، بلکہ اپنی خواہش، اپنے ذوق اور اپنے مزاج پر ضرورت سے زائد اعتماد، دوسروں کی رائے کو نظر انداز کرنے یا ناقابل التفات سمجھنے کا رویہ، اور اپنے نقطۂ نظر کو پتھر کی لکیر سمجھنا ہماری اجتماعی زندگی کی وہ کمزوریاں ہیں جو اب روز روشن کی طرح عیاں ہیں اور ان سے ملت کے اہم ترین کاموں کو سخت نقصان پہونچ رہا ہے۔

یہ وہ مرض ہے جس میں کم و بیش ہم سب مبتلا ہیں، ہم سب تحت الشعور میں یہ سمجھتے ہیں کہ حقیقت کی آخری تصویر اور مسئلہ کی اصل گرہ ہمارے ہاتھ میں ہے، اور دوسرا اس مسئلہ کو ہم سے بہتر سمجھنے یا ہم سے اچھی رائے رکھنے سے قاصر ہے، اور یہی وہ بنیادی غلطی ہے جس نے مسلمانوں کے اجتماعی کاموں کو ہمیشہ نقصان پہونچایا ہے۔

دوسروں کے احتساب سے پہلے اپنا احتساب اجتماعی زندگی کے ان تقاضوں کی تکمیل کا سب سے آسان راستہ ہے، جو ہم سے پامال ہوتے رہتے ہیں، یہ محض اجتماعی کام کرنے والوں کے لئے نہیں بلکہ ہر مومن کے لئے ضروری ہے اور عین اسلام و ایمان کا تقاضہ ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

ایمان کا آسان راستہ

اللہ تعالیٰ نے دین کو بہت آسان اور ہر انسان کے لئے قابل عمل بنایا ہے، اس نے بلاشبہ ایمان کے درجات مقرر فرمائے ہیں، اور ان درجات میں اتنا نہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ تفاوت رکھا ہے جتنا اس دنیا میں ہم کو نظر آتا ہے، یعنی ایک طرف ایسے لوگ ہیں جن کو اپنی دولت کا حساب ہی نہیں معلوم، اور دوسری طرف ایسے لوگ بھی ہیں جن کو ایک وقت کا کھانا بھی میسر نہیں، لیکن ایمان کے مراتب ان معاشی امتیازات سے بہت بلند و برتر ہیں، یہ نعمت ہر شخص کو نہیں ملتی، اللہ تعالیٰ کھانا، کپڑا تو اس اختلاف مراتب کے باوجود سب کو دیتا ہے اور سب کی ضروریات پوری فرماتا ہے، لیکن ایمان کی دولت ہر شخص کو نہیں ملتی اور جب مل جاتی ہے تو پھر نہیں چھنتی۔

طبرانی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک عجیب قول نقل کیا ہے، جس سے ہمیں بہت سی چیزوں کا جواب ملتا ہے، اور بہت روشنی اور ہدایت حاصل ہوتی ہے۔

عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال: إن اللہ قد قسم بينكم أخلاقكم، كما قسم بينكم أرزاقكم، وإن الله يؤتي المال من يحب ومن لا يحب، ولا يؤتي الإيمان إلا من أحب، فإذا أحب الله عبداً أعطاه الإيمان، فمن ضنّ بالمال أن ينفقه، وهاب العدو أن يجاهده، والليل أن

www.abulhasanalinadwi.org

يكابده، فليكثر من قول لا إلٰه إلا الله و الله أكبر والحمد لله وسبحان الله[1] (حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے درمیان اخلاق بھی اس طرح تقسیم کئے ہیں جس طرح تمہارا رزق، اور اللہ تعالیٰ مال تو اس کو بھی دیتا ہے جس کو پسند کرتا ہے، اور اس کو بھی جس کو ناپسند کرتا ہے، اور ایمان صرف اسی کو دیتا ہے جس کو چاہتا ہے، جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے محبت کرتا ہے تو اس کو ایمان عطا فرماتا ہے، پس جس پر مال خرچ کرنا شاق ہو، دشمن کے مقابلہ کا دل میں ڈر ہو، اور رات کو اٹھنا ناگوار ہو، وہ بکثرت "لا إلٰه إلا الله والله أكبر والحمد لله وسبحان الله" کا ورد کرے)

اس قول میں کئی اہم باتیں اور حقیقتیں بیان کی گئی ہیں، پہلی حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح رزق کی تقسیم کی ہے، اسی طرح اخلاق کی بھی تقسیم کی ہے۔

دوسری حقیقت یہ کہ اللہ تعالیٰ مال تو اس کو دیتا ہے جس کو پسند نہیں فرماتا اور اس کو بھی دیتا ہے جس کو پسند فرماتا ہے، لیکن ایمان صرف اسی کو دیتا ہے جس سے اس کو محبت ہوتی ہے۔

تیسری حقیقت یہ بیان کی گئی ہے کہ حقیقت سے محروم ہونے کی تین علامتیں ہیں، ایک یہ کہ راہ خدا میں مال خرچ کرنا آسان نہ ہو، دل میں دشمن کا خوف جاگزیں ہو، رات کو اٹھنا مشکل ہو، اس کا حل یہ بتایا گیا ہے کہ کثرت سے تسبیح کرے، "لا إلٰه إلا الله، الله أكبر، الحمد لله وسبحان الله" کہے۔

جہاں تک دوسری حقیقت کا تعلق ہے اس سلسلہ میں ہمیں صرف یہ کہنا ہے کہ ہم میں سے بہت سے مسلمان اپنی نادانی سے یہ سمجھتے ہیں، کہ کشائش رزق اس بات کی علامت ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے خوش اور راضی ہے، وہ اس کا معیار تقویٰ اور

---

(۱) مسند احمد ج ۱، ص ۳۸۷

www.abulhasanalinadwi.org

عمل صالح کو نہیں، بلکہ رزق کی فراوانی کو سمجھنے لگتے ہیں، اگر ان کی سخت کوتاہیوں اور نافرمانیوں کے باوجود اللہ تعالیٰ ان کو مال و دولت عطا کرتا ہے، تو ان کو اس کے عفو و کرم اور نوازش پیہم کے سامنے خجالت نہیں ہوتی کہ ہم اس کے اتنے نافرمان اور اس سے اس درجہ غافل، اور وہ ہم پر اس قدر مہربان و شفیق اور ستار و غفار، ہم یہ نہیں سوچتے کہ یہ تو وہ چیز ہے جس میں مومن و کافر، صالح و فاجر اور عالم و جاہل سب برابر ہیں، ہاں اگر ایمان کے ساتھ یہ دولت ہمیں ملتی ہے تو ہماری خوش نصیبی ہے، لیکن یہ ایمان یا حقیقتِ ایمان اللہ تعالیٰ اسی کو عنایت فرماتا ہے جس کو وہ پسند فرماتا ہے۔

آخری کام کی بات یہ ہے کہ اس نے ایمان کی حقیقت سمجھنے کے لئے ہم کو تین باتیں بتادی ہیں، اس سے ہم میں سے ہر شخص اپنی زندگی کو ناپ سکتا ہے، نہ اس کو اس میں کسی بڑے تجزیہ کی ضرورت ہے، نہ بہت غور و خوض کی۔

ایک یہ کہ راہ خدا میں مال خرچ کرنا طبیعت پر شاق ہو۔

دوسرے یہ کہ دشمن کے مقابلے سے ڈر ہو۔

تیسرے یہ کہ رات پر قابو نہ پا سکتا ہو (یعنی شب بیداری و سحر گاہی اس پر بہت بار ہو)۔

یہ تین بڑی آسان علامتیں بیان کر دی گئی ہیں اور اسی کے ساتھ اس کا حل بھی تجویز کر دیا گیا ہے، یہ سب دل کے امراض ہیں، جو زیادہ مال کی کثرت، معاصی کی کثرت اور خدا کے ذکر اور تذکرہ سے غفلت کے نتیجہ میں پیدا ہوتے ہیں، اس کے لئے سب سے زیادہ اور پہلی ضرورت یہ ہے، کہ دل کا زنگ دور ہو، اس میں کسی درجہ میں لطافت اور قبولیت کی استعداد و صلاحیت پیدا ہو، جب یہ چیز حاصل ہو جائے گی، تو باقی ساری چیزیں ہمارے لئے خود بخود آسان ہو جائیں گی، اس لئے

www.abulhasanalinadwi.org

کہ جب تک دل میں قبولیت وصفائی نہ ہو، کثافت اور مادیت کا غلبہ ہو، اس وقت تک اس پر کسی اچھی بات کا اثر کرنا مشکل ہے، دل کی صفائی اور استعداد کے بعد بعض وقت ایک آیت، ایک حدیث، ایک واقعہ اور ایک اشارہ سے وہ کام ہوجاتا ہے، جو اکثر بڑے بڑے دینی جلسوں، کتابوں اور تقریروں سے بھی نہیں ہوتا، یہ وہ سوئچ بورڈ ہے جس کو حرکت دیتے ہی ہماری بہت سی مخفی صلاحیتیں (جو مختلف ظلمتوں میں گھری رہتی ہیں) دیکھتے دیکھتے بروئے کار آجائیں گی، اس وقت ہمارے اندر اتنی صلاحیت پیدا ہوجائے گی کہ راہ خدا میں مال خرچ کرنے کی ترغیب سن کر ہمارا دل ہماری سماعت کا ساتھ دے گا، دشمنوں کا وہ موہوم خوف ہمارے دل سے نکل جائے گا جو بہت سی حق اور ضروری باتوں سے روکتا تھا، اور جس نے ہمارے دل کو کمزور اور مادیت کی تیز لہروں کے سامنے بالکل بے دست و پا کردیا تھا، رات کو اٹھنا، خدا سے مانگنا، اس کے سامنے خوف وامید اور عبودیت و دل شکستگی کے ساتھ سر جھکانا بھی ہمارے لئے آسان ہوجائے گا، ان تمام نعمتوں اور سرفرازیوں کا مختصر راستہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ خدا کا کثرت سے ذکر کرو اور اس کی تسبیح میں اپنی زبان اور دل کو مشغول رکھو۔

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دو چار تسبیح پڑھ کر اور اپنا وظیفہ پورا کر کے ہم ہر ذمہ داری سے فارغ ہو سکتے ہیں، یہ تینوں علامتیں اسی لئے بیان کی گئی ہیں کہ ہم محسوس کریں کہ ذکر کا مقصد ہی یہ ہے کہ وہ ہم کو حقیقت ایمان تک پہونچائے، یقین تک پہونچائے، یہ ایمان ویقین کیا ہے؟ اس کی موٹی موٹی باتیں اس قول میں بیان کردی گئی ہیں۔

اگر ہماری نیت درست ہے تو ہم ہر وقت اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ہمارا ذکر اور ہماری تسبیح ہمیں کیا دے رہی ہے؟ ہمارے دل کی حالت کیا ہے؟ اس میں اثر پذیری

www.abulhasanalinadwi.org

کی صلاحیت کس درجہ پیدا ہو چکی ہے؟

اگر ہم صرف ان ہی تین چیزوں میں متوقع تبدیلیوں کا جائزہ لیتے رہیں جو ذکر کے بعد پیدا ہونی چاہئیں، تب بھی ہمیں بہت کچھ اندازہ ہو جائے گا۔

اس ذکر کے ساتھ منتظر ہو کر بیٹھنے کی نہیں، بلکہ عملی قدم اٹھانے کی ضرورت ہے، ذکر صرف تسہیل کے لئے، راستہ کھولنے کے لئے، صلاحیت و قبولیت پیدا کرنے کے لئے ہے، اگر ذکر کے ساتھ عمل شروع کر دیا جائے تو یہ ذکر اس عمل کے لئے شہپر کا کام کرے گا، اس میں سہولت بھی پیدا ہوگی، قوت بھی، اور برکت بھی، اور اس کے ساتھ ساتھ لغزشوں سے حفاظت بھی۔

یہ ذکر و تسبیح ہر وقت چلتے پھرتے لیٹتے بیٹھتے ہو سکتی ہے، زیادہ مناسب یہ ہے کہ نمازوں کے بعد ہو اور پھر حتی الامکان ہر وقت ہو، اس لئے کہ حدیث شریف میں ذکر کا جو طریقہ بتایا گیا ہے وہ یہ کہ تمہاری زبان اللہ کے ذکر اور اللہ کی یاد سے ہمیشہ تر رہے۔

یہ وہ راستہ ہے جس سے دین کے کاموں میں نصرت و توفیق اور برکت و قوت حاصل ہوگی اور دنیا کے کاموں اور خالص معاشی اور مادی مشاغل میں رہتے ہوئے بھی قلب کی وہ صفائی حاصل ہوگی اور اس میں اس درجہ استعداد اور طلب پیدا ہو جائے گی جو حقیقت ایمان تک پہونچانے کے لئے ضروری ہے، یہ راستہ دین دار اور دنیا دار سب کے لئے یکساں مفید، اور مدرسہ و بازار ہر جگہ کارآمد ہے، اس میں سب کا فائدہ ہے، کسی کا نقصان نہیں۔

جو لوگ ملت اسلامی کی رہنمائی و اصلاح اور دعوت و تبلیغ کا کام انجام دے رہے ہیں، اس سے ان کے کاموں میں ترقی ہوگی، حفاظت ہوگی قوت آئے گی، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ غلط رخ پر پڑ جانے اور اپنے اصل مقصد سے غافل ہو جانے کا

www.abulhasanalinadwi.org

اندیشہ کم سے کم ہو جائے گا۔

جو لوگ کم کوش و عافیت طلب ہیں، ان کی ہمت افزائی ہوگی، ان کے کاموں میں تیزی پیدا ہوگی، ان کی غلطیوں کی اصلاح ہوگی، صفائی قلب کی وجہ سے بہت سی نئی حقیقتیں ان کے سامنے آئیں گی، خود ان کی حقیقت ان پر منکشف ہوگی، اور معلوم ہوگا کہ ہم کہاں تھے اور کہاں جا رہے ہیں؟

جو لوگ دنیا میں منہمک ہیں اور دینی باتوں سے زیادہ سروکار نہیں رکھتے، اسلام اور مسلمانوں کے مسئلہ سے زیادہ دلچسپی نہیں لیتے، اس سے ان کے دل میں ایمان کا وہ روزن کھل جائے گا جس سے ان کے اندر دین کے تقاضوں کو سمجھنے کی صلاحیت پیدا ہوگی، اچھی باتوں کا ان کے دل پر اثر ہوگا، اگر ہم سب اپنے سامنے اسی کے ساتھ وہ پیمانہ بھی رکھیں گے جو اوپر گزرا ہے تو ہمیں اپنی اصلاح اور پیش رفت کا اندازہ بھی ہوتا رہے گا، اور سمت بھی درست رہے گی۔

لیکن ارادہ کی سچائی اور نیت کی درستی شرط ہے، ورنہ کچھ حاصل نہ ہوگا اور اگر حاصل ہو بھی جائے تب بھی لاحاصل ہے۔

✦✦✦✦

www.abulhasanalinadwi.org

غلط تقسیم

اسلام ایک مکمل اور جامع نظام حیات ہے، اس کی چھوٹی بڑی چیز کے درمیان ایک خاص ربط ہے، اس کی کسی ایک چیز کو دوسری سے علیحدہ کر کے نہیں دیکھا جا سکتا، صحیح تصور اخذ کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہماری نظر اس کے تمام محاسن پر بیک وقت پڑے اور ہم یہ محسوس کریں کہ اسلام کے بڑے بڑے قانون سے لے کر اس کے ادنیٰ آداب و ترغیبات تک ایک ایسی قدر مشترک ہے جو ذرا غور کرنے سے معلوم ہو سکتی ہے، بہت سی وہ چیزیں جن کو اسلام کے نظام فکر سے بہت بعید یا فروتر سمجھا جاتا ہے، یا اس کے اثر اور دائرۂ اختیار سے آزاد سمجھا جاتا ہے وہ عین اس کے زیر اثر ہیں اور ان سب کے بارے میں اسلام کی واضح اور متعین رائے ہے، یہ دوسری بات ہے کہ ہم کسی ذہنی مرعوبیت کی وجہ سے اس کو اس قدر وضاحت اور تفصیل کے ساتھ پیش نہ کر سکیں۔

تہذیب کے معاملات اس سلسلہ میں زیادہ اہمیت رکھتے ہیں، تہذیب کی بہت سی باتوں کے متعلق اچھے اچھے سمجھدار اور تعلیم یافتہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ انسانوں کی صواب دید اور محض معاشرتی ارتقاء کا نتیجہ ہیں اور ان کا کوئی خاص مفہوم نہیں، حالانکہ تہذیب درحقیقت معتقدات و افکار اور جذبات و خیالات کا عکس اور

www.abulhasanalinadwi.org

سراپا ہوتی ہے، انسانی تہذیب وتمدن کے ہر گوشہ اور شعبہ میں ہمیں اسلام کی جو رہنمائی ملتی ہے اس کی اصل وجہ یہی ہے کہ اس کے نزدیک انسانی زندگی اپنے تمام نشیب وفراز، اختلافات اور فاصلوں کے باوجود ایک واحد یونٹ ہے اور اسلام کی صحیح ترجمانی کے لئے ضروری ہے کہ اس کے اس ربط باہمی کو بہت دلآویز انداز میں پیش کیا جائے اور اس غلط تصویر پر ضرب لگائی جائے جس نے ہر چیز کو الگ الگ خانوں میں تقسیم کر دیا ہے اور اس تقسیم میں بھی اس کا رویہ ایسا غیر منصفانہ ہے جو قرآن مجید کی اس آیت سے بہت مشابہ ہے۔

﴿وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَأَ مِنَ الْحَرْثِ وَ الْأَنْعَامِ نَصِيْباً فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَ هٰذَا لِشُرَكَائِنَا فَمَا كَانَ لِشُرَكَائِهِمْ فَلَا يَصِلُ إِلَى اللّٰهِ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ إِلٰى شُرَكَائِهِمْ سَاءَ مَا يَحْكُمُوْنَ[1]﴾ (کہا انہوں نے بزعم خویش کہ یہ اللہ کے لئے اور یہ ہمارے شریکوں کے لئے ہے، بس جو ان کے شریکوں کے لئے تھا وہ تو اللہ کو نہیں پہونچا تھا، اور جو حصہ اللہ کے لئے مخصوص تھا وہ شریکوں کے پاس پہونچ جاتا تھا، کتنا برا فیصلہ کرتے ہیں)۔

(۱) انعام: ۱۳۶

www.abulhasanalinadwi.org

دین کا جامع تصور

اسلام نے ہمیں دین کا جو جامع، وسیع اور عملی تصور عطا کیا ہے، اس میں صرف عبادت ہی دین نہیں ہے، بلکہ سارے جائز کام دین ہیں، بشرطیکہ وہ رضائے الٰہی کی نیت اور اسی مقصد اور جذبہ کے ساتھ انجام پائیں، صرف سلبی طور پر وہ اس کا قائل نہیں ہے، بلکہ اس کا ہم سے مطالبہ ہے کہ وہ کام جن کو ہم اپنا ذاتی کام تصور کرتے ہیں اور جن کا باعث ذاتی غرض اور مادی منفعت یا نفسانی لذت قرار دیتے ہیں، دین سمجھ کر اور دینی جذبہ اور دینی روح کے ساتھ انجام دیں، وہ اس تقسیم کا قائل نہیں کہ کچھ کام اللہ کے لئے ہیں اور کچھ انسانوں کے اپنے کام اور اپنی ضروریات ہیں، جن کا خدا کی مرضی و مشیت سے کوئی تعلق نہیں، بلکہ جیسا کی قرآن مجید میں آیا ہے، "إِلَيْهِ يُرْجَعُ الْأَمْرُ كُلُّهُ" (ہر کام اور ہر معاملہ اس کی طرف لوٹا دیا جائے گا) ہم کو اپنے ہر کام اور ہر فعل اور تصرف کا جواب دینا ہوگا، اس دنیا کی ہر چیز ہماری اخروی کامیابی، نجات اور رفع درجات کے لئے پیدا کی گئی ہے اور ہماری زندگی روحانی کمال کے نقطۂ عروج پر اسی وقت پہونچ سکے گی جب ہم اس دنیا کو بھی دین بنالیں گے اور اپنے تقاضے اور ضروریات اور حقوق و واجبات رضائے الٰہی اور فلاح اخروی کو پیش نظر رکھ کر پورے کرنا شروع کریں گے۔

www.abulhasanalinadwi.org

اگر یہ دنیا انسان کے لئے اور انسان آخرت کے لئے پیدا کیا گیا ہے تو پھر اس دنیا کی ساری جائز چیزیں، سارے جائز تعلقات اور حقوق ولوازمات انسان کی کامیابی وفلاح، اس کی روحانی ترقی اور اس کے اجر وثواب اور درجات میں اضافہ کے لئے ہونے چاہئیں۔

اشیاء اور حقوق کے غلط استعمال سے پرہیز اور وسیلۂ آخرت سمجھتے ہوئے ان کا صحیح استعمال اسلام کی حقیقی روح اور بنیادی دعوت ہے۔

ہماری تجارت بھی عبادت ہے، خواہ وہ چھوٹے پیمانہ کی ہو یا بڑے پیمانے کی، بشرطیکہ اس کے پیچھے یہ جذبہ کارفرما ہو کہ اس کے ذریعہ جو نفع حاصل ہوگا وہ اہل حق اور اہل حاجت پر صرف ہوگا، اور بخل اور اسراف کی آمیزش سے پاک ہوگا، اسی تجارت کے متعلق حدیث کی یہ بشارت ہے کہ" التاجر الأمين الصدوق المسلم مع الشهداء يوم القيامة[1]" (سچا، امانت دار مسلمان تاجر قیامت میں شہداء کے ساتھ ہوگا)

ہم اگر کوئی بڑا کارخانہ چلاتے ہیں اور کثیر سرمایہ حاصل کرتے ہیں تو یہ بھی عبادت ہے بشرطیکہ اس سرمایہ سے ہم بے روزگاروں کی، اہل حاجت کی حاجت روائی، دین کی اشاعت وترقی اور اسی طرح کے اور دوسرے کاموں میں مدد لیں اور اسے صرف اپنی ذات یا اپنے خاندان کے عیش وآرام اور راحت وآسائش پر صرف نہ کریں، اس سرمایہ کے متعلق صحیح حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

"نعم المال الصالح للرجل الصالح" (پاکیزہ مال صالح آدمی کے لئے بہت ہی اچھا ہے)۔

ہم اگر اپنی صحت اور دماغی قوتوں کے لئے اچھی غذا کا استعمال کرتے

---

(۱) ابن ماجہ، کتاب التجارات "باب الحث على المكاسب"

www.abulhasanalinadwi.org

ہیں، ورزش اور کھیلوں میں دلچسپی لیتے ہیں اور اس طرح کے اور دوسرے جائز راستے اور طریقے اختیار کرتے ہیں تو وہ بھی عبادت ہے، اگر ہماری نیت اور مقصد یہ ہو کہ ہم بہتر صحت کے ساتھ دین کی زیادہ خدمت اور خدا کی زیادہ عبادت کر سکیں گے، اسی صحت کے متعلق حضور ﷺ کا ارشاد ہے "لا بأس بالغنى لمن اتقى، والصحة لمن اتقى خير من الغنى، و طيب النفس من النعيم [1]" (جو پرہیزگار ہے اس کے لئے دولت مضر نہیں اور صحت پرہیزگار کے لئے دولت سے بہتر ہے، اور خوش دلی ایک نعمت ہے)۔

لیکن اس موقع پر ہمیں اس بات کو ہمیشہ ملحوظ رکھنا ہوگا، اگر ہمارے پڑوس میں ایسے غریب بھی ہیں جن کو دو وقت کا کھانا اور ستر پوشی کے لئے ضروری کپڑا بھی میسر نہیں تو ہمارا پہلا فرض یہ ہوگا کہ ان کی مدد کی جائے، خواہ اس کا بوجھ ہماری اچھی غذا اور ہماری کمائی ہوئی دولت پر پڑے، اس لئے کہ اس وقت دین کی خدمت اور عبادت یہی ہوگی۔

اسلام کی تعلیم ہمارے لیے یہ ہے کہ ہم اپنی زندگی کو بے قیمت نہ سمجھیں، اور یہ محسوس کریں کہ اس کے ذریعہ ہمیں عمل صالح کا زیادہ سے زیادہ ذخیرہ جمع کرنے کا موقع مل سکتا ہے، حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ "لا يَتَمَنَّيَنَّ أحدكم الموت و لايدع به من قبل أن يأتيه، إنه إذا مات انقطع عمله وإنه لا يزيد المؤمن عمره إلا خيرا [2]" (تم میں سے کوئی موت کی تمنا نہ کرے اور نہ اس کی دعا کرے قبل اس کے کہ خود اس کی موت کا وقت آجائے، اس لئے کہ اس کی موت سے اس کے عمل منقطع ہو جاتے، مومن کے لئے اس کی عمر اس کے خیر میں اضافہ کرتی ہے)۔

اس دنیا میں مومن بھی زندگی گزارتے ہیں اور کافر بھی، اللہ کے مطیع و

---

(۱) ابن ماجہ، کتاب التجارات "باب الحث على المكاسب" (۲) مسلم، کتاب الذکر والدعاء "باب کراهة تمنى الموت"

www.abulhasanalinadwi.org

فرمانبردار بندے بھی اور اس کے دین کے باغی بھی، دونوں کے لئے زندگی کے کچھ مطالبات اور ضروریات ہیں جن کو وہ پورے کرتے ہیں، انسانی یا حیاتیاتی اعتبار سے دونوں میں کوئی فرق نہیں، جو کچھ فرق ہے وہ حلال وحرام میں تمیز اور نیت ومقصد کا فرق ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا (۱)﴾ (اور وہی ہے جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تا کہ تم کو آزمائے کہ تم میں سے کون اچھا عمل کرنے والا ہے) اور ﴿قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ آمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ (۲)﴾

ان پاکیزہ اور جائز چیزوں کے استعمال میں دونوں شریک ہیں، لیکن مومن چونکہ اس کو آخرت کے لئے استعمال کرتا ہے اس لئے وہ آخرت میں اس کے لئے مخصوص ہوں گی، اور کافر اس کو اپنی دنیاوی ترقی اور دنیاوی عزت اور شہرت کے لئے استعمال کرتا ہے، چنانچہ دنیا میں اس کا فائدہ اٹھالیتا ہے اور جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے "ماله في الآخرة من نصيب" (اور آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں)۔

ایک حدیث میں آیا ہے:

﴿إن من أكمل المومنين إيمانا، أحسنهم خلقا و ألطفهم بأهله (۳)﴾ (اہل ایمان میں سب سے کامل وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں اور اپنے اہل کے لئے سب سے زائد لطف ومحبت کا برتاؤ کرنے والا ہو)

ایک اور حدیث میں آیا ہے:

---

(۱) ملک: ۲ (۲) اعراف: ۳۲ (۳) ترمذی، کتاب الإیمان "باب فی استکمال الإیمان والزیادة والنقصان"

www.abulhasanalinadwi.org

﴿إذا أنفق الرجل على أهله نفقة يحتسبها فهو له صدقة﴾[1] (اگر کوئی شخص اپنے اہل پر اجر کی لالچ کرتا ہے تو وہ اس کے لئے صدقہ ہے)

اب اگر مومن اللہ تعالیٰ کے حکم پر سر تسلیم خم کر دیتا ہے اور اس کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق اس کی مقرر کردہ حدود کے اندر اطاعت وانقیاد کے جذبہ کے ساتھ ازدواجی زندگی گزارتا ہے تو اس کے صلہ میں اللہ تعالیٰ اس کی ساری زندگی کو عبادت اور ذخیرۂ آخرت بنا دیتا ہے اور بیوی کے ساتھ اس کا حسن سلوک جواب تک صرف ایک بشری اور انسانی تقاضہ تھا، نیت کی تبدیلی کی وجہ سے اس کے لئے زادِ آخرت اور اس کی روحانی ترقی کا زینہ بن جاتا ہے۔

ہم کو اپنی زندگی کے ایک ایک گوشہ اور جزئیہ میں یہ ہدایت کی گئی ہے کہ آخرت ہر وقت ہمارے مدنظر رہے، اسلامی نظام میں انسانی زندگی کے نازک سے نازک اور مخفی سے مخفی پہلوؤں میں بھی مکمل اور جامع ہدایات ملتی ہیں، اگر ہم صرف دعاؤں کی تفصیل میں جائیں تو ہمیں نظر آئے گا کہ زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جس کے لئے ہمیں کوئی نہ کوئی دعا نہ بتائی گئی ہو، یہ دعائیں ہمیں ہر وقت اپنا مقصد اولین یاد دلاتی ہیں اور ہمارے اندر خدا سے تعلق، آخرت کا یقین، جنت کا شوق اور عذاب کا خوف پیدا کرتی ہیں۔

یہ دراصل اس بات کا اعلان ہے کہ آخرت ہمارے لئے اتنی اہمیت رکھتی ہے کہ ہمارا ہر فعل اور ہر عمل اس کی تیاری میں صرف ہونا چاہیے، خدا پر ایمان ویقین، حدود الٰہی کا لحاظ اور ایمان واحتساب وہ دائرہ ہے جس کے اندر ہمارا ہر عمل وسیلۂ آخرت اور ذریعۂ نجات بن سکتا ہے اور ہم اپنے انسانی تقاضے اور ضروریات پوری کرتے ہوئے اور حقوق ادا کرتے ہوئے بھی رضائے الٰہی حاصل کر سکتے ہیں اور

---

(۱) بخاری، کتاب الإیمان "باب ماجاء أن الأعمال بالنیۃ والحسبۃ"

www.abulhasanalinadwi.org

بڑے بڑے درجات تک پہونچ سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ ہدایت فرمائی ہے کہ ہم اس سے یہ دعا مانگیں:

﴿رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلاً سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ[1]﴾

دنیا کی یہ سب چیزیں اور ضرورتیں، دلچسپیاں اور تعلقات بیکار نہیں پیدا کئے ہیں، ان کا ایک مقصد ہے جو دعا کے آخری ٹکڑے میں بیان کیا گیا ہے یعنی "آگ کے عذاب سے نجات"۔

مومن کامل کی پہچان یہ ہے کہ اس دنیا میں رہنے اور شریعت کے حدود کے اندر اس کو استعمال کرنے، برتنے اور اس کے جائز وسائل سے فائدہ اٹھانے کے باوجود اس کا دل آخرت میں اٹکا رہے، وہ کمائے لیکن جمع کرنے یا اسراف کرنے کے لئے نہیں بلکہ اللہ کی راہ اور اس کے بندوں کی ہدایت پر خرچ کرنے کے لئے، وہ اپنی صحت کی پوری فکر کرے لیکن اسے ناجائز کاموں اور غلط جگہوں پر استعمال کرنے کے لئے نہیں، بلکہ اسلام کی ترقی واشاعت اور تبلیغ و دعوت کے لئے، قرآن مجید میں آیا ہے ﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَا آتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ أَنَّهُمْ إِلٰى رَبِّهِمْ رَجِعُوْنَ[2]﴾ (وہ لوگ جو خرچ کرتے ہیں، اس میں سے جو انھیں دیا گیا ہے اور ان کے دل ڈرتے رہتے ہیں کہ ان کو خدا کے حضور میں جانا ہے) اس کی ہر ہر ادا اور ہر فعل سے یہ بات ظاہر ہو کہ یہ دنیا اس کا اصل نشیمن نہیں، اس کی زندگی مسافر کی زندگی معلوم ہو، جب وہ آخرت کی نعمتوں اور خدا کے انعام واکرام کو یاد کرے تو یہ دنیا اس کو قید خانہ یا قفس معلوم ہونے لگے اور یہ زندگی اس کے دوش پر بارگراں بن جائے، اسی بات کو حدیث میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے ﴿الدنيا سجن المؤمن وجنة

---

(۱) آل عمران: ۱۹۱ (۲) مؤمنون: ۶۰

www.abulhasanalinadwi.org

الکافر [1]﴾ (دنیا مومن کے لئے قید خانہ ہے اور کافر کے لئے جنت ہے) اس کو آخرت کا ایسا یقین ہو جیسے وہ قلب و روح کی نگاہ سے اس کا مشاہدہ کر رہا ہو، اور اس مبارک دن کا بے چینی سے منتظر ہو، جب اس کو رخصت کا پروانہ ملے اور وہ اپنے رب کے حضور میں حاضر ہو جائے یہ وہ صحیح موقف اور طرز عمل ہے جو قرآن کو مطلوب ہے اور جس کے ساتھ خدا کی رضا اور اس کی نصرت و مدد اور اس کے غیر محدود انعامات اور نہ ختم ہونے والا اجر وابستہ ہے اور عزت و سرفرازی کا وعدہ ہے۔

(۱) مسلم، کتاب الزھد "باب الدنیا سجن المؤمن وجنۃ الکافر"

www.abulhasanalinadwi.org

آئین جواں مرداں

شورش عندلیب نے روح چمن میں پھونک دی
ورنہ یہاں کلی کلی مست تھی خواب ناز میں

زندگی کی ساری آب وتاب سرفروشی وجاں بازی کی ممنون احسان ہے، اگر یہ نہ ہوتو اس سرد خانہ کو کوئی خارجی چیز گرم نہیں رکھ سکتی، سرفروشی وقربانی کا لفظ اگر زندگی کی ڈکشنری سے نکال دیا جائے تو وہ صرف حساب وکتاب کا کھاتہ، یا بنیا کی دوکان بن کر رہ جائے گی، جہاں ہمیشہ سر چھپانے اور پہلو بچانے کو ترجیح دی جائے گی اور مصلحت پرستی اور عافیت طلبی زمانہ کا فیشن اور سکہ رائج الوقت قرار پائے گا۔

انسانی تاریخ پر نظر ڈالئے تو معلوم ہوگا کہ اس کی عظمت صرف دو ستونوں پر قائم ہے، قربانی اور ایثار، جب بھی یہ دنیا اجڑنے لگی اور اس پر غفلت وجمود، عافیت کوشی اور آرام طلبی کا غلبہ ہوا، قربانی اور ایثار کے شمیم جاں نواز نے اس کو نئی زندگی عطا کی، اس کی مرجھائی ہوئی کلیاں، چٹکتے ہوئے شگوفے بن گئے، سرنگوں، مضمحل اور خزاں رسیدہ پتوں نے تروتازہ اور شاداب ہوکر اپنا سر بلند کیا، سوئی ہوئی فضا میں بیداری کی ایک لہر پیدا ہوئی اور دیکھتے دیکھتے زمین وآسمان بدل گئے، موسم تبدیل ہو گیا، مزاج وخواص میں تغیر واقع ہوا، خیالات وافکار متاثر ہوئے، نئے معیاروں نے

www.abulhasanalinadwi.org

پرانے معیاروں کی جگہ لی اور "یُحْیِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا" کا ایسا کھلا ہوا ظہور ہوا کہ کور چشم بھی اس سے انکار نہ کر سکے، اور ساحرین فرعون بھی ﴿ آمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ☆ رَبِّ مُوْسٰی وَ هٰرُوْنَ ☆ (۱) ﴾ کہتے ہوئے قدرت الٰہی کے سامنے سربسجود ہو گئے۔

بدر و حنین کا معرکہ ہو، یا قادسیہ و یرموک کا میدان، حطین کی فتح ہو یا واقعۂ کربلا، سب اسی قربانی کے روشن ابواب اور داستان سرفروشی و خدا طلبی کے مختلف پہلو ہیں اور ہماری زندگی کے عزیز ترین ٹکڑے اور ہماری تاریخ کے بیش قیمت حصے ہیں، جن پر ہمیں بجا طور پر ناز و مسرت ہونی چاہیے۔

بارہا ایسا ہوا کہ مردوں کی بستی میں ایک زندہ دل نے زندگی کا ساز کچھ اس طرح چھیڑا کہ "قُمْ بِإِذْنِ اللّٰهِ" کا سماں نظر آیا اور "فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنْظُرُوْنَ" کی تصویر سامنے آ گئی، بعض وقت "رندان خوش انفاس" (۲) کی مسیحا نفسی نے وہ کام کیا جو قدیم صحرا نوردوں اور بادیہ پیماؤں سے بھی نہ ہو سکا۔

کبھی کبھی پوری پوری قوموں کے گرتے ہوئے وقار اور خاک میں ملتی ہوئی عظمت کو کسی ایک شخص کی حق گوئی و بیباکی اور کسی ایک اللہ کے بندے کی قربانی و بے جگری نے اس طرح بچا لیا کہ "لِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ" کے علاوہ کوئی دوسری توجیہ ممکن نہ ہو سکی۔

کسی قوم کی عظمت و کمال کا معیار اور اس کے زوال و ترقی کا پیمانہ، اس میں ایسے حق گو، حوصلہ مند، بے باک اور بلند ہمت افراد کا وجود ہے، جو اپنے نصب العین اور اصول کے لئے بڑی سے بڑی اور طویل سے طویل قربانی کے لئے ہر وقت

---

(۱) اعراف: ۱۲۱، ۱۲۲ (۲) جگر مرادآبادی کا شعر ہے:

تو بہت پہلے جہاں پر تھا وہیں آج بھی ہے
دیکھ رندانِ خوش انفاس کہاں تک پہونچے

www.abulhasanalinadwi.org

تیار ہوں اور کوئی طاقت ان کو اس راستہ سے منحرف نہ کرسکتی ہو، جو خوشی اور غم اور آرام و تکلیف میں اپنی قوم کے ساتھ شریک اور اس کی ہر کیفیت میں حصہ دار ہوں، جن کو نہ رشوت دی جاسکے، نہ بہلایا پھسلایا جاسکے، جن کا کردار ان کی حق پسندی اور حق گوئی کی ضمانت اور جن کا خلوص شبہ سے بالاتر ہو، جو یہ قربانیاں صرف اقتدار کی امید پر کسی نفع کی خاطر نہ کر رہے ہوں، بلکہ یہ ان کا عقیدہ اور اصول اور ان کا حال اور ذوق ہو، خدمت و قربانی اور حق گوئی و بیبا کی بجائے خود ایک بہت بڑی طاقت ہے اور بڑے بڑے انقلاب و تغیرات قوموں کی تعمیر و تشکیل اور حالات کے رخ کو تبدیل کرنے میں اس کا بڑا حصہ ہے، قوموں کی زندگی میں بعض اوقات طویل جدوجہد اور حکمت و مصلحت بینی سے وہ کام نہیں ہوتا جو صحیح اور مناسب وقت پر جرأت وحق گوئی سے ہوتا ہے، وہ برسوں کا کام مہینوں میں اور مہینوں کا کام دنوں میں کرتی ہے، اس کا گزر ان راہوں میں ہوتا ہے جہاں اہل مصلحت کا تصور نہیں جاتا۔

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

اس کے نزدیک سب سے مقدم عقیدہ، ضمیر، اور نصب العین ہے، وہ کوئی ایسی چیز قبول کرنے کی روادار نہیں ہوتی جو اس کو ٹھیس پہونچاتی ہو یا اس کو کمزور کرتی ہو، وہ اس کے حساب پر کوئی معاملہ نہیں کرسکتی، ہاں ہر معاملہ میں اس کو ضرور پیش نظر رکھتی ہے، بڑے سے بڑے نازک مواقع اور پھسلانے والی جگہوں پر بھی اس کے پائے استقامت میں کوئی لغزش نظر نہیں آتی، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے چاروں طرف ان تینوں چیزوں کا ایک ایسا حصار قائم کرلیتی ہے جو اس کو ان تمام خطرات سے محفوظ اور تمام اندیشوں سے دور رکھتا ہے اور اس پر کوئی آنچ نہیں آنے دیتی، اگر اس کو جان کا خطرہ ہوتا ہے تو وہ خندہ پیشانی کے ساتھ اس کا استقبال کرنے کے لئے

www.abulhasanalinadwi.org

تیار نظر آتی ہے اور اس میں کو کوئی تکلیف اور تردد نہیں ہوتا ﴿قَالُوْا لَا ضَيْرَ إِنَّا إِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ﴾[1]

اے دل تمام نفع ہے سودائے عشق میں
اک جان کا زیاں ہے سو ایسا زیاں نہیں

حق گوئی اور خدمت و قربانی کی اس طاقت کو پہچانے بغیر اور اس کا مزہ چکھے بغیر ہماری زندگی میں کوئی بڑا تغیر اور انقلاب نہیں پیدا ہوسکتا، کوئی بڑی خدمت نہیں کی جاسکتی اور کوئی بڑی ترقی ظاہر نہیں ہوسکتی، نئی نسل کو ان بنیادوں پر تیار کرنے اور ان اصولوں کے مطابق تربیت دینے کی ضرورت آج جتنی ہے اتنی شاید اس سے پہلے نہیں تھی، ادھر گزشتہ چند سالوں نے اس حقیقت کو بالکل بے نقاب اور اس ضرورت کو بالکل آشکارا کر دیا ہے، ہماری قیادت میں بھی اور خامیوں کے ساتھ سب سے بڑی خامی خدمت و قربانی اور حق گوئی و بے باکی کا خطرناک حد تک فقدان ہے، یہ وہ چیز ہے جس کی خانہ پری کسی علم و حکمت اور کسی مصلحت و دور اندیشی سے نہیں ہوسکتی، بلکہ خدمت و قربانی کے موقع پر علم و حکمت اور حق گوئی و جرأت کے موقع پر دور اندیشی اور مصلحت سے کام لینا انتہائی مضر اور مہلک اور قومی زندگی کے لئے سمِ قاتل ہے اور اس بزم ہستی میں وہی معتبر اور پختہ کار ہے جو کبھی کبھی ''جرأت رندانہ'' اور ''لغزش مستانہ'' کا شکار ہو چکا ہو۔

نکل جاتی ہے سچی بات جس کے منہ سے مستی میں
فقیہ مصلحت بیں سے وہ رند بادہ خوار اچھا

یہ دنیا اسی کے آگے سر جھکانے کی عادی ہے جو سر اونچا کر کے چلنے کا عادی ہو، اسی شخص کی بات توجہ سے سنتی ہے جو حق بات کہنے کا حوصلہ رکھتا ہو، اسی کے لئے

---

(۱) شعراء: ۵۰

www.abulhasanalinadwi.org

راستہ صاف کرتی ہے جو خود اپنا راستہ بنانے اور دشواریوں پر قابو پانے کی صلاحیت رکھتا ہو، وہ اسی کے لئے جان نثار کرتی ہے جس کی ساری زندگی جاں نثاری اور سرفروشی کا نشان ہو، خدمت گزاروں اور فداکاروں کی تند و تلخ باتیں اس کو بسر و چشم قبول ہوں اور عافیت کوشوں اور مصلحت پسندوں کی خوشامدانہ ادائیں اس کی آنکھوں کے لئے ناگوار اور اس کی نظر میں ذلیل و خوار ہوں۔

یہ قدرت کا ہمیشہ سے دستور ہے اور دنیا کی پوری تاریخ اس پر گواہ ہے اور اس کے ہر دور میں اس کے بکثرت شواہد موجود ہیں۔

اس دستور و قانون کے خلاف کسی نئے راستہ سے کامیابی حاصل کرنے کی کوئی کوشش ہمارے لئے نتیجہ خیز ثابت نہ ہوگی، یہ ریت میں منہ چھپانے یا اپنے آپ کو دھوکہ میں رکھنے کی ایک مضر شکل ہوگی اور اس سے خطرات میں مزید اضافہ ہوگا، قوم کا {Moral} کمزور ہوگا اور دوسروں کی نگاہ میں اس کی کوئی وقعت باقی نہ رہ جائے گی، اس راستہ کے علاوہ اور جتنے راستے ہیں وہ کوئی دیرپا اور لازوال نقش نہیں چھوڑ سکتے، ملک و ملت پر کوئی بڑا اثر نہیں ڈال سکتے، ملی سرمایہ میں کوئی اہم اور ناقابل فراموش اضافہ نہیں کر سکتے اور حالات میں کوئی تغیر نہیں پیدا کر سکتے۔

اس سنت اللہ کے مطابق اگر کوئی خدمت و قربانی اور حق گوئی و بے باکی کے جوہر اپنے اندر پیدا کر لے تو زمانہ اس کے لئے آج بھی آنکھیں بچھانے کے لئے تیار ہے، ان اوصاف کے ساتھ مشکلات کے پہاڑ بھی اس کے لئے مددگار ثابت ہوں گے اور ان اوصاف کے بغیر اس کو قدم قدم پر تلخیاں اور ناکامیاں پیش آئیں گی۔

ان اوصاف کے ساتھ ناکامی بھی فتحمندی ہے اور ان اوصاف کے بغیر فتح بھی شکست ہے، ان اوصاف کے ساتھ کانٹے بھی پھول ہیں اور ان اوصاف کے

www.abulhasanalinadwi.org

بغیر پوری زندگی غیر کی محتاجی اور مجسم کاسۂ گدائی ہے، وہ دیکھنے میں ضرور زندگی ہے لیکن حقیقت میں زندگی نہیں ہے۔

زندگی ہے مگر پرائی ہے

لیکن عشق و قربانی کی راہ ان سب راہوں سے جدا اور اس کی شان ان سب سے دوبالا ہے، یہاں فتح و شکست، تکلیف و راحت، خوشی اور غم، راستہ اور منزل سب برابر ہیں اور سب رخ جاناں کی تابانیاں اور جلوہ طرازیاں ہیں۔

رہرواں راستگی راہ نیست
عشق ہم راہست، ہم خود منزلست

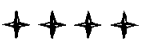

www.abulhasanalinadwi.org

مجاہدہ کا اصل میدان ـــ اتباع سنت

انسان کے مجاہدات کا اصل میدان مسجد کا گوشہ یا خانقاہ کا حجرہ یا تسبیح و سجادہ نہیں، گھر اور بازار، سوسائٹی اور معاشرہ ہے، اور اس میں سنت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا جائے تو چلتے پھرتے سارے مجاہدے اور ساری منزلیں طے ہوسکتی ہیں، دشمن کے ساتھ کیا برتاؤ ہو، دوست کے ساتھ کیا رویہ رکھا جائے، گھر والوں کے ساتھ کس طرح پیش آئے، پڑوسی کے کیا حقوق ہیں، معاشرہ میں ہماری کیا اخلاقی ذمہ داریاں ہیں، ناگوار باتوں کو کیسے برداشت کرنا چاہیے، خدمت و ہمدردی کیا چیز ہے، یہ وہ اسباق ہیں جو مدرسہ و مکتب اور کسی یونیورسٹی اور درسگاہ میں نہیں بلکہ گھروں میں، سڑکوں پر، راستوں میں چلتے پھرتے اور بات کرتے پڑھائے جاتے ہیں، نیند سے بیدار ہوتے ہی آدمی کا سبق شروع ہوجاتا ہے اور یہ سبق اس کی تمام مشغولیتوں کے ساتھ خود بخود چلتا ہے، اس کو کسی نئے عمل کا اضافہ کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی، بلکہ اعمال کی نیت درست کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

اسلام کی ترتیب یہ ہے کہ پہلے معاصی سے، حرام سے اور مشتبہ چیزوں سے بچو، پھر اپنے کو اعمال صالحہ سے آراستہ کرو، آدمی کھانا کھاتا ہی تھا، اب جب کھائے تو یہ سوچ کر کہ یہ حرام یا مشتبہ تو نہیں ہے، حق تلفی یا ظلم سے تو نہیں حاصل ہوا

www.abulhasanalinadwi.org

ہے، اسی کھانے کو دو آدمی کھا رہے ہوں گے، ایک اس دھیان کے ساتھ کہ یہ حلال ہے، ہمارے لئے جائز ہے، وہ کھانے سے پہلے اللہ کا نام لے گا، کھانے کے دوران اس کا دل شکر سے لبریز ہوگا، کھانے کے بعد زبان سے وہ اس کی حمد اور اپنی بیچارگی و احتیاج کا اظہار کرے گا، دوسرا آدمی ان ساری نعمتوں سے محروم ہوگا، یا تو وہ غافل ہوگا اور اس کے ثواب سے محروم رہے گا، یا منکر ہوگا اور کھانا اس کے لئے عذاب بنے گا، ایک چیز جس کی ظاہری صورت ایک ہے دو حقیقتیں رکھتی ہے، اور اسی حقیقت پر اس عمل کا فیصلہ ہوتا ہے، یہ انسان کے ہر عمل کا حال ہے، اس کی کوئی نقل و حرکت اور کوئی فعل ایسا نہیں جس میں سنت رسول ﷺ کی واضح رہنمائی موجود نہ ہو۔

اگر آدمی آپ ﷺ کی سیرت کو سامنے رکھ لے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرے تو پھر اس کو کسی اور مجاہدہ وریاضت کی ضرورت نہیں، اس لئے کہ آپ کے مبارک عمل میں نفس کے ہر رذیلہ کا علاج موجود ہے، صبح سے شام تک کے معمولات اور معاشرہ میں زندگی گزارنے کے آداب یہ دو ایسے شعبے ہیں، جن میں اتباع سنت کا اہتمام ایک مسلمان کے لئے بالکل کافی ہے، اور اس سے وہ روحانی ترقی کی آخری منزل تک پہونچ سکتا ہے ﴿إِنَّكَ لَعَلىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ [1]﴾ اور "إنما بعثت لأتمم حسن الأخلاق [2]" سے ہم کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا ہر عمل، ہر اخلاق، ہر قول و فعل اعلیٰ درجہ کی عزیمت اور کمال پر مبنی ہے، مثال کے طور پر آدمی نفس کی کسی خرابی یا کسی بری عادت کو دور کرنے کے لئے اگر سالہا سال مجاہدہ کرے اور دل مارے تب بھی اس معیار پر نہیں پہونچ سکے گا، جس معیار پر حضور ﷺ کا عمل ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس عمل کو قبولیت عطا فرمائی ہے اور اس کے ساتھ نجات و مغفرت اور برکت و نورانیت قیامت تک کے لئے وابستہ کردی ہے۔

---

(۱) قلم: ۴ (۲) موطا "باب حسن الاخلاق"

www.abulhasanalinadwi.org

یہ عمل اور سنت دوسرے مجاہدات اور ریاضات شاقہ کے سامنے خواہ کتنا ہی چھوٹا نظر آئے تاثیر اور نتیجہ کے لحاظ سے وہ اس سے کہیں بڑا ہے بشرطیکہ اخلاص اور صحیح نیت کے ساتھ ہو،

حضور ﷺ کی سیرت کا سب سے بڑا اعجاز یہی ہے کہ اس کا تھوڑا عمل بڑے سے بڑے عمل پر بھاری ہے، دوسرے یہ کہ ہر مسلمان کے لئے اس پر عمل کرنا آسان ہے، اس کے لئے نہ بہت بڑے علم کی شرط ہے، نہ بہت زیادہ ریاضت کی، حدیث میں آیا ہے کہ جب دو چیزیں حضور ﷺ کے سامنے آتیں، تو آپ ہمیشہ وہ چیز پسند فرماتے جو سہل ہو، اسی طرح آپ کا ارشاد ہے: کہ بہتر کام وہ ہے جو درمیانی ہو اور پائدار ہو، یعنی افراط وتفریط سے یا جذباتیت، غلو اور تشدد سے خالی ہو، آپ کی سیرت کا ہر پہلو لافانی ہے اور آپ کا ہر عمل تمام انسانوں کے لئے شمع ہدایت ہے، لیکن یہ دو پہلو ایسے ہیں جو مسلمانوں کے لئے بشارت اور خوشخبری کا درجہ رکھتے ہیں، علم ودین کی جتنی خدمت اس وقت دنیا میں ہو رہی ہے اور تزکیہ نفس کی جتنی قسمیں علمائے حق اور حکمائے اسلام نے بتائی ہیں، ان سب کا مقصود اور منتہا سیرت نبوی ﷺ کا زیادہ سے زیادہ قرب ہے، ان کا مقصد یہ ہے کہ آدمی کے اندر وہ طلب اور ملکہ پیدا ہو جائے جس کے بعد اس کے لئے حضور ﷺ کے عمل سے زیادہ محبوب اور کوئی عمل نہ ہو۔

سیرت کا سب سے بڑا پیغام اور اس کا سب سے اہم معجزہ یہ ہے کہ اس نے قیامت تک کے لئے تمام انسانوں کے سامنے ایک ایسی کامل اور مکمل زندگی کا نمونہ پیش کر دیا، جو ہر دور میں، ہر انسانی جماعت کے لئے، ہر حالت میں قابل عمل، بلکہ سہل العمل ہے، کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس میں اس کے مسئلہ کا حل یا اس کے سوال کا جواب نہیں، کائنات کی بڑی سے بڑی حقیقت اور معراج جیسے معجزہ اور امتیاز کے ساتھ عام انسانی ضرورتوں، گھریلو مشغولیتوں بلکہ عبادت تک وہ آداب واصول

www.abulhasanalinadwi.org

جو سیرت میں ملتے ہیں، اس میں صاف نظر آتا کہ نبوت کے مہر درخشاں نے انسانی زندگی کے کسی ایک خزینہ کو تاریکی میں نہیں چھوڑا۔

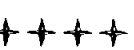

www.abulhasanalinadwi.org

قربانی اخلاص کے ساتھ!

دین دراصل قربانی کا نام ہے، اس کی ابتداء بھی قربانی ہے اور انتہا بھی، یہی چیز ہے جس کو "حفت الجنة بالمکاره و حفت النار بالشهوات[1]" (جنت دشوار اور نفس پر شاق چیزوں سے گھیر دی گئی ہے اور دوزخ شہوات سے) تعبیر کیا گیا ہے، اسی بات کو ایک جگہ "الدنیا سجن المؤمن و جنة الکافر[2]" (دنیا مومن کے حق میں قید خانہ اور کافر کے حق میں جنت ہے) اسی مضمون کو اس حدیث میں بھی بیان کیا گیا ہے۔ "لا یؤمن أحدکم حتی یکون هواه تبعا لما جئت به[3]" (تم میں سے کوئی اس وقت تک سچا مومن نہ ہوگا، جب تک اس کی خواہشاتِ نفس میری لائی ہوئی تعلیمات کے ماتحت نہ ہوجائیں) غرض حدیث وقرآن دونوں اس قسم کے مضامین سے بھرے ہوئے ہیں، اور بطور تاکید بار بار اس کو دہرایا بھی گیا ہے تاکہ یہ حقیقت اچھی طرح دلوں اور ذہنوں میں راسخ ہوجائے۔

لیکن قربانی کی بھی دو قسمیں ہیں، جلی قربانی اور خفی قربانی، جلی قربانی تو یہ ہے کہ جس کو ہر شخص قربانی سمجھے اور جہاں دین اور دنیا کا کھلا ہوا تصادم ہو، وہ دین کو ترجیح دے، البتہ خفی قربانی کو بعض وقت سمجھنا دشوار ہوتا ہے اور آدمی یہ سمجھنے سے قاصر

(۱) مسلم، کتاب الجنة "باب صفة الجنة" (۲) مسلم، کتاب الزهد "باب الدنیا سجن المؤمن وجنة الکافر"

(۳) مشکوٰۃ، کتاب الإیمان "باب الاعتصام بالسنة"

www.abulhasanalinadwi.org

رہتا ہے کہ اس سے اس وقت کس قسم کی قربانی کا مطالبہ ہے؟

بعض وقت آدمی سمجھتا ہے کہ دین اور دنیا کے معاملہ میں اس نے دنیا کو قربان کر کے دین کو قبول کر لیا ہے اور دین داروں کی صف میں شامل ہو گیا ہے، اب اس کو بار بار قربانی دینے کی ضرورت نہیں، حالانکہ اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس جلی قربانی یا کھلی ہوئی قربانی کے بعد خفی قربانیوں کا ایک طویل سلسلہ ہے، جو اس دنیا سے رخصت ہونے تک جاری رہتا ہے، یہ قربانیاں خفی اس لئے نہیں کہ وہ معمولی یا کم درجہ کی ہیں، بلکہ ان کو خفی اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ وہ آسانی سے گرفت میں نہیں آتیں اور بعض اوقات ان کو سمجھنا دشوار ہو جاتا ہے۔

یہ اپنے عادات، مرغوبات، مالوفات اور اپنی پسند، اپنی طبیعت، اپنے ذوق بلکہ بعض اوقات اپنے طرز ادا کی قربانی ہے، قرآن مجید نے مسلمانوں سے صرف اس کا مطالبہ نہیں کیا ہے کہ وہ احکام اسلامی بجالائیں، بلکہ اس کا مطالبہ یہ بھی ہے کہ ان احکام کی ادائیگی میں ان کو کسی قسم کی گرانی اور تنگی محسوس نہ ہو، بلکہ وہ طمانیت، خوشدلی، اعتماد اور تسلیم و شکر کی کیفیت کے ساتھ تعلیمات نبوی کے سامنے سر جھکائیں، قرآن مجید میں صاف طور پر آتا ہے، ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾[1] (پس قسم ہے تمہارے رب کی، یہ اس وقت تک سچے مومن نہیں ہو سکتے، جب تک کہ یہ تم کو حکم نہ بنائیں اپنے نزاعی امور میں، پھر نہ محسوس کریں اپنے دلوں میں کسی قسم کی کوئی تنگی اور کھٹک تمہارے فیصلہ پر اور پوری طرح اپنا سر اس کے سامنے جھکا دیں)۔

ہمارے اذواق و کیفیات، ہماری نظر اور رائے اور ہمارا پسندیدہ طرز

---

(۱) نساء: ۶۵

www.abulhasanalinadwi.org

عمل خواہ ہمیں کتنا معصوم و بے ضرر اور مفید و نافع نظر آئے، اس وقت تک ہرگز معتبر اور قابل اعتماد نہیں جب تک اس کو دین کی سند نہ مل جائے اور اس کے ساتھ قربانی کا پیوند نہ لگ جائے، دنیا کی دلچسپیوں اور رنگینیوں سے پرہیز ہی قربانی نہیں ہے بلکہ نفس کی ہر خلاف ورزی قربانی ہے، خواہ وہ دین کے دائرہ کے اندر نظر آئے، مثلاً نماز کی تبلیغ کرنے والا اگر کسی کو جھڑک دے یا غصہ میں آکر سب کے سامنے برا بھلا کہنے لگے، اور یہ سمجھے کہ وہ دین کی خاطر ایسا کر رہا ہے تو اس کو دیکھنا چاہیے کہ اس میں اس کے نفس کا حصہ کتنا ہے اور اظہار حق کا کتنا؟ اس موقع پر اپنے غصہ کو ضبط کرنا اور اسوۂ نبوی کی اتباع میں صرف عمومی بات کہنا بھی قربانی کی ایک شکل ہے، اسی طرح ان دینی وملی کاموں میں (جن کو ایک مسلمان خالص دین سمجھ کر اور رضائے الٰہی کے حصول کے لئے انجام دیتا ہے) اپنے ذوق اور جذبات کے خلاف بات سن لینا، اور صرف اپنے پسندیدہ مسلک پر اصرار نہ کرنا بھی ایک بڑی قربانی ہے، اسی طرح کی دشواریاں ایک دینی زندگی گزارنے والے کو قدم قدم پر پیش آتی ہیں، ان سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ایثار اور صبر و عزیمت کی بہت ضرورت پڑتی ہے، اگر اس مرحلہ پر انسان ثابت قدم رہا ہو، اور اس نے ان منزلوں میں اپنی ہمت کا ثبوت دیا ہو، تو اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ اس طرح کی قربانیاں اس کے لئے نسبتاً آسان اور خوشگوار ہو جائیں گی اور اس کو ان میں وہ مزہ آنے لگے گا جو سچے محب کو محبوب کی ناز برداری میں آتا ہے۔

لیکن یہ قربانی جس چیز سے قوت اور غذا حاصل کرے گی وہ اخلاص ہے، ہجرت ایک بڑی قربانی ہے لیکن حدیث شریف کے الفاظ ہیں کہ:

"فمن كانت هجرته إلى دنيا يصيبها أو امرأة

www.abulhasanalinadwi.org

ینکحھا فھجرتہ إلی ما ھاجر إلیہ[1]‘‘ (جس کی ہجرت دنیا کمانے کے لئے یا کسی عورت سے شادی کرنے کی غرض سے ہوتو اس کی ہجرت اسی کے لئے سمجھی جائے گی جس کی طرف وہ ہجرت کر رہا ہے)۔

دیکھنے کی بات یہ ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم قربانی بھی کریں اور یہ قربانی ہماری اغراض (مثلاً حب جاہ اور حب مال وغیرہ) سے آلودہ وملوث ہوکر ضائع ہو جائے۔

اخلاص کا ثبوت قربانی سے ملتا ہے، اور قربانی کا دارومدار اخلاص پر ہے، دونوں چیزیں لازم ملزوم ہیں، قربانی یہ ہے کہ ہر موقع پر اپنے نفس کو قابو میں رکھا جائے، اور اخلاص یہ ہے کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کے لئے ہو، نہ ہر دلعزیز بننے کے لئے، نہ اپنی خدمت و مستعدی کے ذریعہ دلوں میں گھر کرنے کے لئے، نہ لوگوں پر اپنی قربانیوں، یا اپنے علم وفضل اور اپنے ہنر وکمال کا سکہ بٹھانے کے لئے، نہ اپنی ذہانت وطباعی کے اظہار کے لئے، نہ اپنی قوم کو نفع پہونچانے کے لئے، اگر ہمارے پیش نظر مجرد قومی خدمت ہے اور اس میں رضائے الٰہی کے حصول کا جذبہ یا دوسرے الفاظ میں اخلاص شامل نہیں ہے، اگر ہم صرف قوم وملت کے وفادار ہیں خدا کے وفادار نہیں، اگر ہم یہ خدمات محض اس لئے انجام دیتے ہیں کہ ہمارا ضمیر مطمئن ہو، ہماری قومی خودداری کی تسکین ہو، ہماری فوقیت و برتری ثابت ہو، ہمارے ہم مذہب اور ہم وطن ترقی کے راستہ پر تیزی کے ساتھ گامزن ہوسکیں، اس میں خدا کے وعدوں پر یقین، اجر وثواب اور رضائے الٰہی کے حصول کا جذبہ نہیں ہے (اور یہ بہت ممکن ہے) تو ہمیں سمجھ لینا چاہیے کہ ہماری ساری کوششیں رائیگاں ہیں اور ان کی شریعت کی نظر میں کوئی قیمت نہیں اور خطرہ ہے کہ خدانخواستہ ہمارا شمار ان لوگوں

(۱) بخاری، کتاب بدء الوحی ’’باب کیف کان بدء الوحی‘‘

www.abulhasanalinadwi.org

میں ہو جن کے متعلق قرآن مجید کا ارشاد ہے:

﴿اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ☆ أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَائِهِ فَحَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا[1]﴾ (جن کی کوشش دنیا کی زندگی میں بے راہ ہوگئی اور وہ یہ سمجھتے رہے کہ وہ بہترین کام انجام دے رہے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار کی آیتوں اور اس کے سامنے جانے سے انکار کیا تو ان کی ساری کوششیں بیکار اور تلف ہو جائیں گی اور ہم قیامت کے روز ان کو ذرہ برابر وزن نہ دیں گے)۔

ہمیں ہمیشہ یہ دیکھنا چاہیئے کہ خدا ہم سے اس موقع پر کیا چاہتا ہے؟ ہمارا اندازہ، ہمارا ضمیر، ہمارا نقطۂ نظر ہماری پالیسی اور ہماری ذہانت وبصیرت یا ہماری خدمت ومحنت جو کچھ بھی ہے اضافی ہے، حقیقی نہیں، ہم قناعت کو اس لئے پسند نہیں کرتے کہ قناعت انسان کے لئے بہتر چیز ہے اور اس سے اس کو قلبی سکون اور ذہنی اطمینان حاصل ہوتا ہے بلکہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی یہی مرضی ہے۔

گر طمع خواہد زمن سلطان دیں
خاک بر فرق قناعت بعد ازیں

(اگر سلطان دیں مجھ سے طمع کا خواہشمند ہے تو پھر قناعت کے سر پر خاک)۔

اسلام نے تواضع کی تعلیم دی ہے لیکن ایام حج میں طواف قدوم کے دوران رمل (اکڑ کر چلنے) کا حکم ہے، فخر وغرور کی ممانعت ہے لیکن جنگ کے موقع پر فخر ورجز جائز ومستحسن ہے، بال ترشوانے، ناخن کٹوانے کی تعلیم اسلام میں باقاعدہ دی گئی ہے

---

(۱) کہف: ۱۰۴-۱۰۵

www.abulhasanalinadwi.org

لیکن حج میں دیوانوں کی طرح بے سلی چادروں میں گھومنا اور قربانی سے قبل بال ترشوانا اور ناخن کٹوانا سب منع ہے، غرض اس طرح کی بہت سی چیزیں شریعت میں ملتی ہیں، اور یہ اسی لئے ہیں کہ یہ بات ہمارے پیش نظر ہمیشہ رہے کہ ہوسکتا ہے کہ ہمیں کسی چیز میں سراسر انقصان نظر آرہا ہو لیکن ہم خدا کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے محض اس کے بھروسہ پر یہ نقصان جیسے بھی ہو گوارہ کرلیں، اگر کسی وقت ہمارے اوپر زہد و اتقا کا کوئی حال طاری ہو تو اس وقت بھی ہم اپنے سامنے اپنے دل کی کیفیات و جذبات کو نہ رکھیں (خواہ وہ جذبات کتنے ہی رفیع و پاکیزہ ہوں) بلکہ حکم خداوندی اور سنت نبوی کو رکھیں خواہ وہ بظاہر اس زہد و اتقاء کے خلاف نظر آئے۔

ہماری انفرادی اور جماعتی زندگی میں سب سے زیادہ کمی ان ہی دو چیزوں (یعنی اخلاص اور قربانی) کی ہے، اس لئے اسی طرف سب سے زیادہ توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔

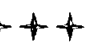

www.abulhasanalinadwi.org

قربانی کا صحیح راستہ!

اس دنیا میں ہر شخص کو کچھ نہ کچھ قربانی اور ایثار سے کام لینا پڑتا ہے، جان کی قربانی، مال کی قربانی، اوقات کی قربانی اور عادات وخواہشات کی قربانی، ہر شخص میں اللہ تعالیٰ نے کسی نہ کسی درجہ میں محبت کا جذبہ اور قربانی کا داعیہ ودیعت کیا ہے، اس کے معروف ومعلوم حواس کے ساتھ ایک اور نامعلوم حس بھی رکھی ہے، جو اس کو اس پر اکساتی رہتی ہے اور بعض وقت اس سے بڑے بڑے کام کروالیتی ہے۔

اس قربانی کا مرکز اور اس کا مقصد کیا ہونا چاہیے، کون سی ذات ہماری قربانی اور محبت کی سب سے زیادہ مستحق ہے، اور وہ ہم سے کس قسم کی قربانی چاہتی ہے....؟ اس کے متعلق دنیا میں ہمیشہ دو گروہ رہے، اہل حق اور اہل باطل، یا مسلم و غیر مسلم، ایک طبقہ نے اپنے نفس کو، اپنے خاندان کو، اپنے جیسے انسانوں کو، زمین کو، دولت کو اور قومی عزت کو اپنا معبود ومقصود بنالیا، اس کو اپنی قربانی ومحبت کا مرکز اور اپنے سفر کی آخری منزل قرار دیا اور ان کی ساری تگ ودو اس دنیا کی عارضی زندگی اور چند روزہ بہار کے لئے محدود اور وقف ہوگئی ﴿اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا﴾[1]

(۱) کہف: ۱۰۴

www.abulhasanalinadwi.org

مسلمانوں کا طرز عمل اور ان کا عقیدہ اور یقین اس سے بالکل مختلف تھا، ان کی محبت وقربانی کا اصل مرکز ہمیشہ اللہ تبارک تعالیٰ کی ذات رہی، اور انھوں نے ہر دور میں اس کے راستہ میں ہر قسم کی قربانیاں دیں، اور جس قربانی کا جس وقت مطالبہ ہوا اسی وقت وہ قربانی پیش کی اور کبھی ان کے پائے استقامت میں کوئی لغزش اور دعویٰ محبت میں کوئی کمزوری نظر نہیں آئی، ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهُ وَ مِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا[1]﴾ انھوں نے قربانی کو کبھی تقسیم نہیں کیا، انھوں نے اس کے ساتھ وہ سلوک نہیں کیا جو بدقسمتی سے آج ہم مسلمان اس کے ساتھ کر رہے ہیں۔

یہ تقسیم کیا ہے؟ یہ تقسیم یہ ہے کہ بکرے کی قربانی تو ہم نے اللہ کے لئے رکھ چھوڑی ہے اور وقت اور مال اور عادت وخواہش کی قربانی اپنے لئے مخصوص کر لی ہے، سالانہ قربانی اللہ کے لئے ہے اور روزانہ قربانی اپنے لئے ہے، اپنی محبوب اولاد، محبوب بیوی اور مال ودولت کے حصول کے لئے ہے۔

آج مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کے لئے قربانی کا مطلب صرف یہ سمجھ لیا ہے کہ ہر سال حج کر آیا کرو، ولیمہ اور عقیقہ کی شاندار دعوت کر دیا کرو اور بقرعید میں کسی جانور کی قربانی کر لیا کرو اور اس کے بعد سال بھر چین کی بانسری بجایا کرو، بدقسمتی سے کچھ لوگوں نے اس میں کچھ اور حرام چیزیں شامل کر لی ہیں اور اس میں اس فرصت کے فلسفہ کے ساتھ لذت اور تفریح طبع کی بھی آمیزش ہے، وہ قبروں پر چادر چڑھاتے ہیں، عرس وقوالی سے لطف اندوز ہوتے ہیں، بزرگوں کی قبروں پر میلے منعقد کرتے ہیں اور گناہ بخشوا کر اور سال بھر کے لئے جنت کی ضمانت لے کر واپس آجاتے ہیں۔

---

(۱) الاحزاب: ۲۳

www.abulhasanalinadwi.org

جولوگ ان بدعتوں سے محفوظ اوران برائیوں سے دور ہیں وہ کسی مدرسہ کو چندہ دے کر، کوئی سبیل لگوا کر، کسی مسجد میں حافظ کا انتظام کر کے یہ سمجھ لیتے ہیں کہ ان کو اللہ تعالیٰ کے لئے جو کچھ قربانی کرنی تھی کر چکے، اب ان کو کسی چیز کی قربانی کی ضرورت نہیں، اور اگر ضرورت پڑی تو اس کے حقدار اب وہ خود ہیں، اس کے بعد ہمیں شکایت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت نہیں آتی اور مسلمانوں کی مدد نہیں ہوتی، یاد رکھئے کہ مدد کا وعدہ بکرے کی قربانی کے ساتھ نہیں، بلکہ عادت کی قربانی اور خواہش کی قربانی کے ساتھ مشروط ہے ﴿لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَ لَا دِمَاؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ[1]﴾ اللہ کو کچے یا بھنے ہوئے گوشت، لانبے چوڑے دسترخوانوں او خوشبودار غذاؤں کی طلب نہیں ہے اور یہ چیزیں اس کے پاس نہیں پہونچتیں، اس کے پاس دل کا ادب ولحاظ، خدا کا خوف اور خدا کی محبت اور خدا کے لئے نفس و مال کی قربانی پہونچتی ہے اور اسی میں اس کی رحمت کو متوجہ کرنے کی طاقت ہے۔

کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ ہمارے لئے صبح سے شام تک دفتروں میں سر کھپانا، رات رات بھر سرکاری ڈیوٹی انجام دینا، اور اپنے کاروبار اور اپنے بزنس کی ترقی کے لئے ہر مصیبت خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کرنا، اور ہر تکلیف گوارا کرنا آسان ہے، لیکن صبح کے وقت اپنا بستر چھوڑ کر نماز کے لئے اٹھنا مشکل ہے!!

کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ پان، سگریٹ، چائے میں کچھ تاخیر ہوجائے تو ہمیں اذیت ہونے لگتی ہے، ہماری پیشانی پر شکنیں پڑ جاتی ہیں، اور اگر کسی وقت کی نماز قضا ہوجائے، کسی کی حق تلفی ہوجائے، کوئی ناجائز کام ہم سے سرزد ہوجائے تو ہمیں احساس تک نہیں ہوتا!؟

---

(۱) حج: ۳۷

www.abulhasanalinadwi.org

کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ اپنی ایک ادنی خواہش اور قلبی تقاضہ پر ہم جتنا روپیہ چاہتے ہیں صرف کردیتے ہیں، اپنے موڈ {Mood} کی تسکین کے لئے ہر قسم کی فضول خرچی کرگزرتے ہیں اور کسی صحیح مصرف اور ضرورت پر جس کا تعلق آخرت کے ثواب اور خدا کے وعدہ پر ہو، چند آنے خرچ کر کے ہمیں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہم نے سارے گناہوں کی تلافی کردی!؟

یہ چند حقائق ہیں، غور سے دیکھا جائے تو نظر آئے گا کہ ہماری ساری زندگی اس قسم کے نمونوں سے بھری ہوئی ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے اپنی بری عادتوں کی اصلاح اور اپنی خواہشات کی بندش کی ضرورت کبھی محسوس نہیں کی، قربانی کی اس غلط روش پر چلتے رہے جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔

قربانی کی حقیقت یہ ہے کہ پہلے آدمی اپنے ارادہ، اپنی خواہش، اپنی عادت اور اپنے مزاج کے گلے پر چھری پھیرے، اپنے دل کے کہنے پر نہیں بلکہ خدا اور رسول کے کہنے پر چلنے کا فیصلہ کرے، اور اس قسم کے ہر موڑ پر خدا کے ڈر اور آخرت میں جواب دہی کے خیال سے برائی سے اپنا ہاتھ روک لے، اور دل پر پتھر رکھ کر اس سے باز رہے، ﴿وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوٰى(۱)﴾

جو کوئی ناجائز آواز خواہ وہ کتنی میٹھی اور رسیلی ہو، محض اس لئے نہ سنے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا ہے، کسی غلط چیز سے خواہ وہ بار بار اس کے سامنے آئے، محض اس لئے نگاہیں پھیر لے کہ یہ حکم الٰہی کی خلاف ورزی ہے، جو دوستوں کی محفل سے اپنی ساری دلچسپی کے باوجود محض اس لئے اٹھ آئے کہ اس میں غیبت و

(۱) نازعات: ۴۰

www.abulhasanalinadwi.org

عیب جوئی ہورہی ہے، جو اپنے گھر والوں کے غلط اور ناجائز مطالبات ان سے اپنی محبت وتعلق کے باوجود محض اس لئے رد کردے کہ اس میں احکام شریعت سے سرتابی اور معصیت کا ارتکاب ہے، اپنے والدین، اپنے بھائیوں اور اپنے قریب ترین عزیزوں کے خلاف ان کی مروت اور شرم کے باوجود صاف صاف گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم یہی ہے۔

اس سے کم درجہ یہ ہے کہ جہاں وہ دن رات میں اپنی سیکڑوں خواہشات پوری کرتا ہے اور اپنے نفس کے تقاضوں کی تکمیل کے لئے ہر قسم کی قربانی پر آمادہ ہوجاتا ہے، وہاں کسی وقت اللہ تعالیٰ کے احکام بجالائے، اس کے در رحمت پر دستک دینے، اور اس کی نظر کرم کو متوجہ کرنے پر بھی صرف کرے، اور اس کے لئے اپنے نفس اور مال اور اپنی خواہش وعادت کی بھی تھوڑی بہت قربانی پیش کرے۔

وہ کم از کم بڑے بڑے گناہوں سے بچے، غیبت، خیانت، جھوٹ، بدنگاہی اور فرائض میں کوتاہی سے اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کرے، اور اس راہ میں اگر اس کے اپنے اوقات اور اپنی عادات کی کچھ قربانی کرنی پڑرہی ہو، تو اس سے بالکل دریغ نہ کرے۔

قربانی کی یہ صحیح تصویر ہے، جس پر خدا کی نصرت کا وعدہ ہے، اس قربانی میں کوئی تقسیم نہیں، یہ جانور کی قربانی سے لے کر اپنے نفس کی قربانی تک محیط ہے، بلکہ جانور کی یہ قربانی دراصل اسی نفس کی قربانی کا عکس اور اس کی مثالی تصویر اور اس کا مادی پیکر ہے، اور جانور کی قربانی کا کیا ذکر، حضرت اسماعیلؑ جیسی ہستی کی قربانی کا حکم اور اشارہ اسی لئے تھا کہ اس محبت کی قربانی ہو جو ایک چاہنے والے باپ کے دل میں اپنے محبوب فرزند کے لئے موجود ہوتی ہے۔

قربانی کی حقیقت اور اس کی روح (خواہ وقت کی قربانی ہو یا مال کی، جان

www.abulhasanalinadwi.org

کی ہو یا خواہشات کی، محبت کی ہو یا عادت اور رجحان کی) یہ ہے کہ آدمی خدا کے ڈر کے سامنے، ماحول، سماج اور حکومت کے ڈر سے اور خدا و رسول کی محبت کے سامنے انسانوں کی محبت، دولت کی محبت اور دوسری تمام محبتوں سے دستبردار ہو جائے، اور اس کو اپنے تمام تعلقات، محبتوں، عادتوں اور خواہشوں پر ترجیح دے۔

حدیث میں آیا ہے کہ تم میں سے کسی کا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوگا، جب تک کہ میں اس کو اس کے مال، اہل و عیال اور اس کے نفس سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

اور خود قرآن مجید کا صاف ارشاد ہے:

﴿قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ[1]﴾ (کہہ دیجئے اگر باپ، دادا، تمھاری اولاد اور بھائی، تمھاری بیویاں اور تمھارے اعزہ، اور وہ مال جو تم نے کمایا ہے اور وہ تجارت جس کی کساد بازاری کا تم کو ڈر ہے اور وہ رہنے کی جگہیں جو تم کو محبوب ہیں، اگر اللہ اور اس کے رسول سے اور اس کے راستہ میں جہاد اور کوشش کرنے سے زیادہ محبوب ہیں، تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم دیدے، بلاشک اللہ ہدایت نہیں کرتا فاسق لوگوں کو)۔

قربانی کا یہی وہ راستہ ہے جس پر چل کر اللہ کے کچھ بندوں نے پوری انسانیت کی قسمت بدل دی تھی اور اپنی حقیقت سمجھ لی تھی، خدا کی نصرت کے حصول کے لئے آج بھی یہی واحد راستہ ہے، اور یہی ایسا راستہ ہے جو مسلم و

---

(۱) توبہ : ۲۴

www.abulhasanalinadwi.org

غیر مسلم ہر قسم کی حکومت میں مسلمانوں کے لئے کھلا ہوا ہے، اس لئے اس میں اکثریت واقلیت اور آزادی ومجبوری کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

www.abulhasanalinadwi.org

کہ خونِ صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا

مسلمانوں کے لئے اسلام کا ابدی اور عالمگیر پیغام ہے کہ وہ مصائب اور دشواریوں سے ہمت نہ ہاریں، اگر فطرت بشری کے تقاضہ سے ان کے اندر کچھ مایوسی و بددلی پیدا ہوتی ہے تو اس کے لئے ارشاد خداوندی یہ ہے۔ ﴿إِنْ تَكُونُوا تَأْلَمُونَ فَإِنَّهُمْ يَأْلَمُونَ كَمَا تَأْلَمُونَ، وَتَرْجُونَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرْجُونَ﴾[1]

"اگر تم کو کوئی تکلیف پہونچتی ہے تو تمہارے مخالفین کو بھی اسی طرح تکلیف پہونچتی ہے جس طرح تم کو (لیکن) تم اللہ سے اس کے بدلہ میں اس کی امید کرتے ہو جس کی وہ نہیں کرتے"۔

اگر ستاروں کے ڈوبنے سے صبح امید کے طلوع ہونے کا امکان ہو، اگر عارضی تکلیفات، مستقل راحت کا سامان بن جائیں، تو یہ شکایت و آزردگی کا نہیں، شکر و احسان مندی کا موقع ہے۔

ایک جاں بستاند صد جاں دہد
آں کہ در خاطر نہ آید آں دہد

دیکھنا صرف یہ چاہیئے کہ ہمارے اندر خدا اور رسول کی محبت اور دین اسلام پر مر مٹنے کا جذبہ کتنا ہے، ملک اور ملت کی خدمت کا شوق اور انسانیت کا درد ہمارے

---

(۱) نساء: ۱۰۴

www.abulhasanalinadwi.org

دل میں ہے یا نہیں، اپنے ملک کی زبوں حالی اور مسلمانوں کی غفلت پر ہمارے اندر کوئی بے چینی پیدا ہوتی ہے یا نہیں؟ ہم غلط پالیسیوں پر تنقید کرنے اور ملک کو صحیح خطوط پر لے چلنے کی ہمت اپنے اندر پاتے ہیں یا نہیں؟ ہمارے اندر اس بات کا شعور کتنا ہے کہ کون ہمارا دوست ہے کون دشمن، کون مخلص ہے کون خود غرض، کون حق پرست ہے اور کون موقع پرست ہے؟

اگر یہ چند باتیں ہمارے اندر پائی جاتی ہیں، اگر ہم ایک غیور اور سچے مسلمان، شریف و محبِّ وطن شہری، اور انسانیت عامہ کے دوست اور ایک داعی اور سپاہی کے کردار سے واقف ہیں، اس کے قدرداں ہیں اور حتی الامکان اس پر عمل پیرا ہونا چاہتے ہیں، تو بے فکر رہیئے، دنیا کا کوئی زلزلہ اور حادثہ انشاء اللہ آپ کو نقصان نہیں پہونچا سکے گا، ہم کو نقصان اگر پہونچ سکتا ہے تو صرف اندر سے۔

بامن آنچہ چہ کرد آں آشنا کرد

ہماری صفوں کے اندر جو کچھ کمی اور خرابی ہے، ہماری جماعتوں میں جو نااتفاقی ہے، تمام مسلمانوں میں جو بے حسی و بے عملی ہے، احساس زیاں اور عبرت پذیری کی صلاحیت جس طرح ملت سے رخصت ہوتی جارہی ہے، اطاعت کے فقدان اور خود پرستی کے جذبہ نے جس طرح ہمارے نظام زندگی کو اپنے شکنجہ میں جکڑ لیا ہے، وہی ہمارے لئے خطرے کی اصل علامت ہے، ہمارے لئے نہ روس اور نہ امریکہ اتنے خطرناک ہیں، نہ چین اور پاکستان، جتنا خطرناک خود ہمارا انتشار اور ہماری بے حسی ہے، ہم اس کی فکر تو رکھتے ہیں کہ ویت نام میں لڑائی کیسی چل رہی ہے... اپالو کہاں تک پہونچا ہے؟ آئرلینڈ میں کتنے بم پھٹے، نکسن اور ماؤ کی ملاقات کے بعد دنیا کا حال کیسا ہونے والا ہے؟ لیکن اس کی ہمیں کوئی فکر نہیں کہ خود اس ملک میں ہمارا کیا حال ہونے والا ہے؟ اور اگر ہماری غفلت و بے حسی اور بے عملی و بے

www.abulhasanalinadwi.org

تعمیری کی یہی رفتار رہی تو دینی، تعلیمی، معاشی اور سیاسی حیثیت سے ہم احتیاج و افلاس کی اس منزل پر ہوں گے کہ جب حکومت کا منھ تکنے کے سوا ہمارے پاس کوئی کام نہ رہ جائے گا، تعمیری و معاشی منصوبوں میں شرکت تو بڑی بات ہے، اس کی ہوا بھی ہم کو نہ لگے گی، ہماری حیثیت صرف ایک تماشائی کی ہوگی، حکومت بھی ہم سے عاجز ہوگی کہ اس سست رفتار، بے عمل اور دل گرفتہ قوم کی کہاں تک خدمت کی جائے۔

اب اگر آپ کو یہی حالت پسند ہے تو شوق سے آرام کی نیند سوئیے، محنت مزدوری کر کے بڑے بڑے سیٹھوں اور تاجروں کی تجوریاں بھرتے رہیئے، ان کو ایک شاگرد پیشہ قوم کی بہت ضرورت ہے، جس کی غریب خواتین زردوزی اور دیدہ ریزی کر کے اپنی اس محنت کو چند معمولی سکوں کے عوض بڑے بزنس مینوں کے حوالہ کر دیں، جن کے دل میں ہمارا کوئی درد نہیں، لیکن آپ کی نیند میں اس طرح کی کسی بات سے خلل نہ پڑنا چاہیئے، اگر آپ کا اپنا کاروبار سلامت ہے، اگر آپ کے گھر کا معیار بلند اور قابل اطمینان ہے، اگر آپ کی لڑکیاں کسی مشن اسکول میں پڑھ کر ''مہذب اور شائستہ'' بن رہی ہیں، اگر آپ کے لڑکے موج کر رہے ہیں، اور کاروں پر مارے مارے پھر رہے ہیں، اگر آپ ماہ ربیع الاول میں ہزاروں لاکھوں روپے صرف ایک بڑے شہر میں خرچ کر دیتے ہیں، اور اس سے زیادہ اپنے بچہ کے عقیقہ اور لڑکی کی شادی پر بآسانی صرف کر دیتے ہیں، اگر شہر کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک آپ نے پھاٹکوں اور قمقموں کا جال بچھا دیا ہے، اور پورے پورے بازار کو روشنی میں نہلا دیا ہے، اگر آپ شادی، ماہ ربیع الاول اور بنگلا دیش کے جشن مسرت تینوں چیزوں پر یکساں جذبہ کے ساتھ خرچ کر دیتے ہیں اس لئے کہ اظہار نام ونمود تینوں میں مقصود ہوتا ہے...!! تو پھر کسی چیز کا غم کھانے کی ضرورت

www.abulhasanalinadwi.org

نہیں، اطمینان سے ڈنر کھایئے، خوبصورت شیروانیوں، اسمارٹ جسموں، سجی ہوئی میزوں اور غم غلط کرنے والے چٹکلوں اور خوابِ غفلت میں ڈالنے والے لطیفوں کی بہاریں دیکھیئے اور کسی تقریب میں دس بیس آدمی جمع کر کے خوش ہو لیجئے کہ آپ کی ملت کس قدر خوش حال اور فارغ البال ہے....!

مسلمانوں کو آج اپنے جذبات اور خواہشات میں بہنے کی نہیں، ان کا خون کرنے اور گلا گھونٹنے کی ضرورت ہے، اور یہی ملت کی تعمیر کا واحد راستہ ہے۔

راستہ یہ ہے کہ ہم خدا اور رسول کا حکم مانیں اپنے نفس کا نہیں، ہم ہر اقدام کے وقت اور ہر موقع پر یہ دیکھیں کہ ملت کو کس بات کی ضرورت ہے، مسلمانوں کو کون سے سنگین مسئلے درپیش ہیں، نئی نسل کس رخ پر جا رہی ہے، ملت کی اہم ترین تحریکیں محض سرمایہ نہ ہونے سے کس طرح دم توڑ رہی ہیں، غیرت و خودداری دلوں سے کس طرح نکلتی جا رہی ہے، بے ضمیری اور دماغ و دل کا سودا کیسا عام ہے، خود غرضی اور صرف اپنی فکر مسلمانوں کے اندر ایک مرض کی طرح جڑ پکڑتی جا رہی ہے، کتنے وہ ضروری کام جس پہ کارخانے والوں کے کارخانے، ہوٹل والوں کے ہوٹل اور تجارت والوں کا انحصار ہے محض مسلمانوں کے ایک طبقہ کی بے توجہی سے معطل ہیں، اور خطرہ اس کا ہے کہ وہ باقی ماندہ چیزوں کو بھی (جن کی تعداد اب تھوڑی رہ گئی ہے) لے نہ ڈوبیں۔

خطرہ صرف عربی مدرسوں کو نہیں، دینی تعلیم کے مکاتب کو نہیں، صرف دینی اخباروں اور رسالوں کو نہیں، خطرہ صرف مسجد کے مولویوں کو نہیں (وہ غریب تو اس خطرہ سے کافی حد تک محفوظ ہیں اس لئے کہ ان کو ملتا ہی کیا ہے جو چھینا جائے؟) اصل خطرہ ان دولت مندوں کو ہے جو کان میں تیل ڈال کر بیٹھے ہیں، اور گرد و پیش کی آندھیوں، روح فرسا حوادث اور ان عبرت انگیز واقعات سے بالکل بے خبر اور

www.abulhasanalinadwi.org

غافل ہیں، جوان کے چاروں طرف پیش آرہے ہیں۔

یہ تو اس طبقہ کا حال ہے جو مسلمانوں کے لحاظ سے امیر کہلاتا ہے، عام معیار سے دیکھئے تو شاید اس صف میں بھی نہ آپائے، متوسط طبقہ جس کی تعداد ہمیشہ زیادہ رہی ہے، زندگی کے بوجھ کے نیچے ایسا دبا ہوا اور طویل بے عملی اور آرام کی وجہ سے ایسا سست کوش ہو چکا ہے کہ اس پر کوئی صدا اثر ہی نہیں کرتی۔

گزشتہ طویل برسوں سے یہ طبقہ معطل ہے، اس کو کوئی کام نہیں بتایا گیا، مسلم قیادت نے اس کے حوالہ کوئی کام نہیں کیا، اس کو من حیث القوم کبھی کسی ایک مقصد میں سرشار اور کسی ایک کام میں منہمک اور کسی خدمت میں مصروف نہیں پایا گیا، اتنے دن بیکار رہنے کی وجہ سے اس کے قوائے عمل مفلوج سے ہو گئے ہیں، کسی شاعر نے ایسے ہی موقع کے لئے کہا تھا۔

نوا را تلخ تر می زن چو ذوق نغمہ کم یابی
حدی را تیز تر می خواں چوں محمل را گراں بینی

لیکن افسوس کہ آج یہ نوائے تلخ تر و تیز تر بھی اس کو متحرک کرنے سے قاصر نظر آرہی ہے، نیند کے متوالے ایسے سوئے ہیں کہ دھوپ کی تمازت بھی ان کو بیدار نہیں کر پاتی۔

یہ وہ حقیقت ہے جس پر اگر کسی کو شاعری کا گمان ہونے لگے تو کچھ بیجا نہیں، اس لئے کہ ہندوستان کے مسلمانوں نے اپنی تصویر اسی طرح بگاڑ لی ہے۔

تعلیم کا مسئلہ بظاہر ایک خشک مسئلہ ہے، تعمیری کام صبر آزما اور وقت طلب ہوتے ہیں، مگر حیرت کی بات ہے کہ الیکشن جیسی دلچسپ چیز بھی اس اقلیت کو (جس کے حقوق کے حصول کا اس ملک میں یہی آئینی اور دستوری طریقہ ہے) اپنی طرف متوجہ نہیں کر سکتی، اس نے اس نازک لمحہ میں (جب پانچ سال کے لئے سیاسی ڈھانچہ

www.abulhasanalinadwi.org

کی تشکیل کی جاتی ہے) کسی شعور اور وحدت اور نظم وضبط کا ثبوت نہیں دیا، نہ نعرے اس پر اثر انداز ہوئے، نہ اعداد وشمار اور ٹھوس حقائق ومعلومات، آپ مسلمانوں پر نظر ڈالیں تو ایک عجیب اور حیران کن یگانگی نظر آئے گی، ایک کشتی میں سوار ہیں لیکن روٹھے ہوئے، ایک دوسرے سے منہ موڑے ہوئے، بپھری ہوئی موجوں میں بھی ان کے ہاتھ ایک دوسرے کے گریبان میں نظر آئیں گے، اور زبانیں تنقید و بدگوئی میں مشغول، ان میں سے اکثر اصلاح واخوت کے نام پر ''افتراق بین المسلمین'' کرتے ہوئے دیکھے جاسکتے ہیں۔

اس لئے آج ہم اس منتشر، پراگندہ اور مایوس وافسردہ قوم کو پھر دعوت دیتے ہیں کہ سنجیدگی اور عزت مفت ہاتھ نہیں آتی ہے، اس کی کچھ شرطیں ہیں، اس کا ایک طریقہ ہے، زندگی خود ایک فن ہے، اور زندہ قومیں اس فن کو خوب سمجھتی ہیں اور برتتی ہیں، اور اس وقت دنیا کے اسٹیج پر صرف مسلمان ہی ایک ایسی قوم ہیں جن کو خدا کی لازوال کتاب، رسول کی شمع ہدایت اور اسلام کی تابناک تاریخ نے زندہ رہنے کا اصول سب سے زیادہ سمجھایا ہے، اور پورا قرآن شریف اس سے بھرا ہوا ہے، عزت واقبال مندی، رزق کی فراوانی، امن وسلامتی، محبوبیت ومقبولیت، امامت وہجرت، فتح ونصرت اور دنیا وآخرت میں نجات وسعادت ایک ایک چیز کو پوری وضاحت اور تفصیل سے بیان کردیا گیا ہے، کہ یہ کروگے تو یہ پاؤگے، اپنی خواہشات وعادات کے خلاف کروگے تو تم کو فلاں ترقی حاصل ہوگی، مکمل اطاعت وتابعداری کروگے، امام کے پیچھے رہوگے اور خدا کی رسی کو مضبوطی سے تھاموگے، تو فلاں قسم کی کامیابی تم کو حاصل ہوگی، تقویٰ اور سچائی کی زندگی اختیار کروگے تو یہ ملے گا، صبر اور ثابت قدمی اور ایثار سے کام کروگے تو فلاں چیز حاصل ہوگی۔

عزت وسربلندی کو اس نے ایمان کے ساتھ وابستہ کیا ہے اور حالت امن کو

www.abulhasanalinadwi.org

ایمان کے خالص ہونے اور ہر طرح کی آمیزش، خواہش، عادت، بدعت و معصیت، نام ونمائش، مفاد و مصلحت اور موقع پرستی سے پاک ہونے پر منحصر رکھا ہے۔

پہلی چیز کے لئے ارشاد فرمایا ہے: ﴿أَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ(۱)﴾ ''یاد رکھو تم ہی سربلند رہو گے اگر تم سچے مومن ہو''

اور دوسری جگہ پر ایمان کے ساتھ یہ شرط بیان کی گئی ہے، ﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُم بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُم مُّهْتَدُونَ(۲)﴾

(جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے اپنے ایمان کو کسی ناروا اور ناحق چیز سے آلودہ نہیں کیا، ان ہی کے لئے امن ہے اور وہی لوگ راہ ہدایت پر ہیں)۔

خدا کی کتاب نے ساری بات مسلمانوں کے سامنے کھول کر رکھ دی ہے، اب اس کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھالنا اور بے حسی اور بے حمیتی کے اس دلدل میں سے اپنے آپ کو نکالنا ان کی ذمہ داری ہے، اور اگر وہ اپنی یہ ذمہ داری پوری نہیں کرتے تو اس میں اللہ کا کوئی قصور نہیں، وہ غنی و بے نیاز ہے اور اس کی کسی سے رشتہ داری نہیں۔ ﴿وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ(۳)﴾ (اور تمہارا رب اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں)

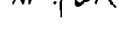

(۱) آل عمران: ۱۳۹ (۲) انعام: ۸۳ (۳) حم السجدہ: ۴۶

www.abulhasanalinadwi.org

موجودہ حالات

اور مسلمانوں کی نازک ذمہ داری!

مسلمانوں کی ذمہ داری اس ملک میں نعروں، تمناؤں اور خواہشوں سے کہیں زیادہ بلند اور نازک ہے، اگر وہ اپنی زندگی سے اسلام کی اسی طرح غلط تصویر پیش کرتے رہے، اور اسلام کا نام صرف اپنی مطلب براری کے لئے استعمال کرتے رہے، تو ان کو بڑی سے بڑی طاقت اور بڑی سے بڑی حکومت بھی نہیں بچا سکتی، اگر کوئی اسلامی ملک اس معاملہ میں کوتاہی کرتا ہے تو اس کو بھی تباہی سے دوچار ہونا پڑے گا، اللہ تعالیٰ کا کسی خاص ملک اور قوم سے رشتہ نہیں، اس نے کسی قوم سے محض وطنی اور قومی بنیاد پر کامیابی اور سرفرازی کا کوئی وعدہ نہیں کیا، اس کا صاف اعلان ہے۔

﴿لَيْسَ بِأَمَانِيِّكُمْ وَلَا أَمَانِيِّ أَهْلِ الْكِتَابِ مَنْ يَعْمَلْ سُوْءً ايُجْزَبِهِ﴾[1]

(نہ تمہاری (خالی) امیدوں سے کچھ ہونے والا ہے نہ اہل کتاب کی، جو برائی کرے گا اس کا بدلہ پائے گا)۔

اس کی نصرت کا اگر وعدہ ہے تو صرف ایمان اور عمل صالح اور اپنی جدوجہد

---

(۱) نساء: ۱۲۳

www.abulhasanalinadwi.org

پر، اس کے لئے اگر ہم حالات میں تبدیلی کے آرزومند اور عزت وسلامتی کے خواہشمند ہیں تو ہمیں اسی سیدھے راستہ پر چلنا ہوگا جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے ہمیشہ ہمیش کے لئے تجویز فرمایا ہے۔

وہ راستہ یہ ہے کہ ہم ذمہ دار اور شریف انسانوں اور سچے اور پکے مسلمانوں کی طرح اپنے ملک میں زندگی گزاریں، اور شریعت وسنت کی رہنمائی میں اپنی زندگی کی ان تمام خامیوں کو دور کریں، جو ایک مسلمان کی زندگی سے کوئی مطابقت نہیں رکھتیں، خاص طور پر ان خامیوں اور کمزوریوں کو جن کی وجہ سے غیر مسلم، اسلام کی صاف، روشن اور پاکیزہ تعلیمات سے بدظن اور متنفر ہو رہے ہیں۔

یہ خامیاں اور کمزوریاں وہ غلط اور غیر اسلامی رسم ورواج اور عادات ہیں جو ہمارے معاشرہ میں گھر کر چکی ہیں، بدخلقی و بدمعاملگی، وعدہ خلافی و بدعہدی، اسراف وفضول خرچی، ظلم و بے انصافی اور رسوم و بدعات اس طرح کی چیزیں ہیں، جن سے نہ صرف ہمارے متعلق بلکہ اس سے آگے بڑھ کر حضور ﷺ اور اسلام کے متعلق غیر مسلموں کے ذہنوں میں بہت غلط تصویر قائم ہوتی ہے۔

ہم میں سے ہر فرد کو (خواہ مرد ہو یا عورت) اپنی زندگی میں ایسی نمایاں اور کھلی ہوئی تبدیلی کرنی چاہیئے، جس کو دیکھ کر ہر شخص یہ سمجھے کہ وہ ملت ابراہیمی کا صحیح معنوں میں فرزند اور حضور ﷺ کا سچا امتی ہے، اور دوسروں سے کچھ مختلف قسم کا آدمی ہے، اس کے نفع وضرر کے پیمانے اور کامیابی وناکامی کے معیار جدا ہیں، اس کو دیکھنے والے بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہیں اور ان کے دل میں بھی اس کا شوق پیدا ہو کہ وہ اس نعمت میں شریک اور حصہ دار ہوں، ایک بیکار اور معطل قوم کے بجائے جو پیشین گوئیوں اور تمناؤں کی دنیا میں رہتی ہے، ہماری ملت کے ہر فرد کو فعال اور متحرک، کسی نہ کسی کار خیر میں مشغول ومنہمک، خلق خدا کا ہمدرد اور اپنے ملک کے

www.abulhasanalinadwi.org

لئے مفید و کارآمد ہونا چاہیئے، اس کو اب باہمی نا اتفاقیوں، اختلافات اور قیادت کی لڑائی سے ہمیشہ کے لئے فرصت پاکر جان و دل کے ساتھ اسلام کی دائمی و ابدی، عالمگیر و آفاقی اور انسانی و اخلاقی بنیاد پر ملت کی تعمیر نو میں لگ جانا چاہیے۔

جن ہاتھوں نے کسی زمانے میں بیت اللہ کی تعمیر کی تھی وہی ہاتھ آج پوری انسانیت کی تعمیر کر سکتے ہیں، لیکن یہ کام انھیں مسلمانوں کے ہاتھوں انجام پا سکتا ہے جو اپنی اس ذمہ داری اور اس فرض منصبی کو اچھی طرح پہچانتے ہوں، جس سے اللہ تعالیٰ نے ان کو سرفراز فرمایا ہے۔

ہم میں سے ہر شخص کو یہ سمجھنا چاہیئے کہ اس کی درستی ساری ملت کی درستی ہے، ملت کی درستی کا انتظار چھوڑ کر اب ہمیں خود اپنی درستی میں لگ جانا چاہیئے، یہی ملت کی اصلاح اور تعمیر و ترقی میں ہمارا صحیح حصہ اور نبوت محمدی ﷺ کی بارگاہ میں ہمارا ادنیٰ خراج ہے۔

اسلامی سیرت و کردار کی صحیح ترجمانی اور اس کی عملی تفسیر اور زندہ تصویر خود اتنی پرکشش ہے کہ وہ آج بھی دلوں کو موم کر سکتی اور دشمنوں کو دوست بنا سکتی ہے، اور حالات میں ایسی انقلاب انگیز تبدیلی پیدا کر سکتی ہے کہ جس کا پورا تصور کرنا بھی اس وقت ہمارے لئے مشکل ہے۔

اس لئے پاکستان و ہندوستان اور ایران و توران کے قصوں کو چھوڑ کر مسلمانوں میں حرکت اور زندگی کی ایک نئی لہر پیدا کیجئے، شکوہ و شکایت کا راستہ چھوڑ دیئے، اس خدا سے سچا تعلق اور اس کی مکمل اطاعت کا جذبہ پیدا کیجئے، جس کے قبضۂ قدرت میں سارے زمین و آسمان ہیں، اور جس کا ایک اشارہ پوری دنیا کی قسمت بدل دینے کے لئے کافی ہے، جس کے ہاتھ میں عزت و اقبال کی کنجی ہے اور جس سے فائدہ اٹھانے کی یہی ایک شرط ہے، ایمان، عمل صالح اور دین کے لئے بھر

www.abulhasanalinadwi.org

پور جدو جہد۔

انسان کی فطرت وہی ہے جو پہلے تھی، خلوص، محبت، خدمت، ہمدردی، پاکیزہ کردار اور اچھے اعمال آج بھی اس کی نگاہ میں اسی طرح قابل احترام ہیں جس طرح پہلے تھے، بہت سے لوگ سمجھتے ہیں کہ دنیا کے بازار اور نیلام کی اس منڈی میں، جہاں اصول و کردار کوڑیوں کے مول فروخت ہوتے ہیں، وہاں ان چیزوں کا اب کوئی خریدار نہیں، لیکن حق تو یہ ہے کہ سودا جتنا کم ہوتا ہے اس کی اہمیت اتنی ہی زیادہ ہوتی ہے، بیمار قوموں کی زندگی میں ایسے دور کبھی کبھی آتے رہتے ہیں، جب ان کے منھ کا مزہ بگڑ جاتا ہے اور یہ سارے حقائق ان کے لئے بے معنی اور بے قیمت ہو جاتے ہیں، لیکن خدا کا شکر ہے کہ ہمارا وطن ابھی اس منزل پر نہیں پہونچا ہے، یہاں محبت کی ایک صدا اور خلوص کی ایک ادا اب بھی دلوں کو تسخیر کرنے، اور لوگوں کو اپنا اسیر بنانے کی طاقت رکھتی ہے، آج پوری انسانیت اس آب حیات کے ایک ایک گھونٹ کو ترس رہی ہے، اگر مسلمان آگے بڑھ کر اپنے قول و عمل، سیرت و کردار سے اپنے اس مکمل اور دلکش امن کا صحیح مظاہرہ کریں جس میں یہ تمام انسانی اخلاقی خوبیاں جمع ہیں اور جس نے ہر دور میں انسانوں کی رہنمائی اور بیماروں کی مسیحائی کی ہے تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ آج یہ نسخۂ شفا ہماری جاں نوازی اور مسیحائی سے انکار کر دے۔

لیکن اس کے لئے مسلمانوں کو سب سے پہلے اپنے کو مخاطب کرنا ہوگا، اپنے مصائب کا ذمہ دار دوسروں کے بجائے خود اپنے کو قرار دینا ہوگا اور اپنے اندر ایک بنیادی تبدیلی پیدا کرنی ہوگی۔

﴿جَاهِدُوْا فِيْ اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ هُوَ اجْتَبَاكُمْ وما جعل

www.abulhasanalinadwi.org

عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ[1]﴾

(اللہ کے راستہ میں اس طرح بھرپور کوشش کرو جیسا کوشش کرنے کا حق ہے، اس نے تمہارا انتخاب فرمایا اور تمہارے لئے دین میں کوئی تنگی نہیں کی)

یعنی ملت کی صلاح وفلاح اور حالات میں تبدیلی کی بھرپور کوشش میں اپنی طرف سے کوئی کوتاہی یا کمی نہ ہو، ہر مسلمان بلا استثناء..... اس کو اپنا اولین فریضہ سمجھے اور اپنے تمام تعلقات، مفادات اور تمام دلچسپیوں یا رواجوں کو اس کا تابع بنائے۔

آیت کے دوسرے جزء ''وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ'' میں ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ ہم دین کے اس کام کو پہاڑ نہ سمجھیں، ہم سے کسی ایسی بات کا مطالبہ نہیں کیا جارہا ہے جو ہماری طاقت سے باہر ہے، اللہ تعالیٰ نے دین میں کسی قسم کی تنگی دشواری اور پیچیدگی نہیں رکھی ہے، آج خدا کے احکام کی بجا آوری اور شریعت وسنت پر عمل کرنے کو جتنا ناقابل عمل اور دشوار سمجھا جارہا ہے وہ دراصل خود ساختہ اور ہمارے ذہن ودماغ کی پیداوار ہیں، اگر مردانہ وار ایک قدم بھی اٹھایا جائے گا تو راہِ حق کی یہ ساری مشکلات انشاء اللہ خود بہ خود دور ہوتی جائیں گی اور جن باتوں کو ہم بہت دشوار سمجھ رہے ہیں، وہ نہایت آسان نظر آئیں گی، لیکن یہ اسی وقت ہوگا جب ''جَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ'' کی پہلی شرط ہم پوری کردیں گے۔

یعنی ہر مسلمان خواہ وہ کسی سطح ومعیار پر ہو، اپنی زندگی کا ایسا نمونہ پیش کرے جس کو دیکھ کر لوگ اسلام کی خوبیوں اور اس کی امتیازی خصوصیتوں سے آگاہ ہوسکیں، اس کے ماحول میں اگر کوئی گندگی یا فساد ہے تو اسے دور کرنے کا ذمہ دار سب سے پہلے اپنے کو قرار دے، وہ بغیر کسی فخر وتکبر کے یہ سمجھے کہ ہر مسلمان اپنی جگہ

---

(۱) حج: ۷۸

www.abulhasanalinadwi.org

پر روشنی کا ایک مینار ہے، اس کو خدا نے سب سے پہلے خود اپنے احتساب اور اس کے بعد دوسروں کے احتساب کے لئے پیدا کیا ہے۔

ہے حقیقت جس کے دیں کی احتساب کائنات

اس پر ہمہ وقت یہ ذمہ داری ہے کہ شادی غمی میں، ملاقاتوں اور مجلسوں میں، دفتروں اور دکانوں میں، کسی جگہ یہ فراموش نہ کرے کہ اس کا اپنا بھی ایک فرض ہے، جو ملت کے اجتماعی فرض کی اساس اور بنیاد ہے، اس لئے کہ اگر وہ اس میں کوتاہی کرے گا تو اس کا نقصان خود اس کو اور اس کے ساتھ ساری ملت کو اٹھانا پڑے گا۔

اگر تاجر ہے، تو اس کو امانتدار اور ہمدرد تاجر ہونا چاہیئے، اور یہ کوشش کرنا چاہیئے کہ یہ امانت اور سچائی اس کے دوسرے ہم پیشہ افراد میں عام ہو، ملازم ہے تو اس کو فرض شناس ایمان دار اور محنتی ہونا چاہیئے، اگر مالدار ہے تو اس کو اپنے مال میں حلال وحرام کا اور حق وناحق کا پورا خیال رکھنا چاہیئے، اور خدا اور بندوں کے جو حقوق اس پر عائد کئے گئے ہیں ان کو پورا کرنا چاہیئے، غرض ہم میں سے ہر فرد کو اس بات کی فکر ہونی چاہیئے کہ وہ اپنے دائرہ عمل اور ماحول میں دین کی خدمت کس طرح کرسکتا ہے اور اس عظیم ذمہ داری سے کس طرح عہدہ برآ ہوسکتا ہے جو امت محمدیہ کے ہر فرد پر عائد کی گئی ہے؟

ان آیات میں تین چیزوں کا خصوصیت سے ذکر ہے، نماز، زکوۃ، اور اعتصام باللہ یعنی اللہ کے ساتھ گہرا اور سچا تعلق، یہ تین باتیں گویا اس کے سفر کے لئے سنگ میل اور نشانِ راہ ہیں، جن کے بعد گمراہی یا ناکامی کا انشاء اللہ کوئی سوال نہیں۔

یہ پروگرام ہے جس کے نتیجہ سے بھی اللہ تعالیٰ نے ہم کو آگاہ کر دیا

www.abulhasanalinadwi.org

ہے، یعنی ﴿هُوَ مَوْلٰكُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْر[1]﴾

اگر ہم نے یہ کرلیا تو اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی کارسازی اور بندہ نوازی غیب سے ہماری نصرت، حفاظت اور عزت کا ماسان کرے گی، اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ مشکل کشا اور کارساز اور حامی و مددگار اور کون ہوسکتا ہے!!

---

۱ الحج: ۷۸

www.abulhasanalinadwi.org

نیا محاذ!

حق و باطل کی لڑائی کوئی نئی نہیں، ہمیشہ سے ہوتی آئی ہے اور قیامت تک جاری رہے گی، لیکن پہلے یہ لڑائی کھلے میدانوں میں ہوتی تھی اور اس کا فیصلہ بھی جلد ہو جاتا تھا، اب یہ لڑائی خاندانوں میں، گھروں میں، بلکہ گھروں کے کمروں میں، ریڈیو اور ٹیلی ویژن سٹوں میں، کتابوں اور رسالوں میں، سڑکوں اور گلیوں میں، غرض کہ زندگی کے ہر گوشہ میں جاری ہے، یہ وہ لادینی تحریکیں ہیں، جنھوں نے پوری فضا کو مسموم و زہر آلود کر دیا ہے، یہ وہ صورت حال ہے جس میں کوئی وقتی تدبیر کام نہیں دے سکتی، محض حفاظتی تدبیر سے صرف اتنا فائدہ ہوگا کہ یہ تحریکیں لمحہ بہ لمحہ مزید طاقت ور ہوتی جائیں گی، ضرورت اس بات کی ہے کہ ہمت کر کے اس سرچشمۂ فساد پر حملہ کیا جائے جس کی وجہ سے یہ ساری خرابیاں معاشرہ میں پیدا ہو رہی ہیں، اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ ہر محاذ پر دفاع کی پوزیشن چھوڑ کر کھلے مقابلہ کی پوزیشن اختیار کی جائے، دینی عنصر ہر اس محاذ اور شعبہ میں جہاں لادینیت کا زور ہو، اس کا مقابلہ کرنا نہ صرف اپنا فرض سمجھے، بلکہ اس کے لئے یہ ذوق اور دلچسپی کی چیز بن جائے، یہاں یہ خیال پیدا ہوسکتا ہے کہ لادینیت کی اتنی زبردست تحریک کا مقابلہ (جس کے پیچھے بے شمار وسائل اور لاتعداد کارکن ہیں) آخر کیسے ممکن ہے؟ لیکن اگر غور کریں گے تو اس سوال کا جواب

www.abulhasanalinadwi.org

ہمیں بہت آسانی کے ساتھ مل جائے گا، یہ جواب اللہ تعالیٰ کی کتاب میں پہلے سے موجود ہے۔

﴿إِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ (۱)﴾ (اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو اللہ بھی تمہاری مدد کرے گا، اور تمہارے قدموں کو مضبوطی سے جمادے گا)۔

باطل کی ساری قوتوں اور اس کے سارے لاؤ لشکر اور اسباب و وسائل کا خلاصہ درحقیقت اتنا ہی ہے جتنا حدیث شریف میں آیا ہے، جب عرب کے مشرکوں نے بڑے فخر سے یہ نعرہ لگایا کہ:

"لنا العزى ولا عزى لكم" (ہمارے پاس تو عزیٰ (بت) ہے اور تمہارے پاس نہیں ہے)

تو مسلمانوں کو حکم ہوا کہ اس کے مقابلہ میں وہ بھی اپنا نعرہ لگائیں اور اسی بلند آواز سے لگائیں:

"الله مولانا ولا مولىٰ لكم" (اللہ ہمارا مولا و کارساز ہے اور تمہارا کوئی مولا و کارساز نہیں)۔

ان کی ساری قوت و طاقت اور شان و شوکت ایک طرف، لیکن ان کے پاس وہ پاسنگ نہیں جو فتح و نصرت کو کھینچ سکے، البتہ خلوص کے ساتھ آغاز کرنا ہمارا فرض ہے، تکمیل و کامیابی اور انجام و اختتام اللہ تعالیٰ کا کام اور اس کا فضل و انعام ہے۔

قرآن مجید کا یہ اعلان ہر دور کے لئے ہے:

﴿وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ (۲)﴾

اس کے لئے ہماری ذمہ داری صرف اتنی ہے کہ ہم سچے مسلمان ہوں، سچے مسلمان کا مطلب یہ ہے کہ ہم مخلص ہوں اور یہ کام محض خدا کی خوشنودی کے لئے

---

(۱) محمد: ۷ (۲) آل عمران: ۱۳۹

www.abulhasanalinadwi.org

کررہے ہوں، اور دوسرے یہ کہ ہمارے اندر دعوتی روح اور اشاعتِ دین کا جذبہ ہو، حدیث شریف میں آتا ہے کہ "من أحب لله وأبغض لله فقد استكمل الإيمان[1]" (جس نے اللہ کے لئے محبت کی اور اللہ کے لئے نفرت کی اس نے اپنا ایمان مکمل کرلیا) ایمان کی تکمیل اور "أنتم الأعلون" کی منزل تک پہونچنے کے لئے "الحب لله اور البغض لله" یہ دو شہپر یا یہ دو کرنٹ اسی طرح ضروری ہیں، جس طرح بجلی پیدا کرنے کے لئے مثبت و منفی کرنٹ ضروری ہوتے ہیں۔

یہ کرنٹ جب تک ایک دوسرے سے نہ ملیں گے، لادینیت کے اس سیلاب کا کسی محاذ پر بھی مقابلہ ممکن نہیں، اجتماعی و انفرادی طور پر ہمیں اس کا جائزہ لینا چاہیئے کہ خود ہمارے اندر اور ہمارے نوجوانوں میں یہ صفات موجود ہیں یا نہیں، جن کو تکمیلِ ایمان کی شرط بتایا گیا ہے اور جن پر نصرت کا وعدہ ہے۔

+ + + +

(۱) پوری حدیث ابوداؤد، کتاب السنۃ "باب الدلیل علی زیادۃ الإیمان ونقصانہ" میں اس طرح ہے، "من أحب لله وأبغض لله وأعطى لله ومنع لله فقد استكمل الإيمان"

www.abulhasanalinadwi.org

سدِّ سکندری کی نہیں
سدِّ ایمانی کی ضرورت ہے!

اس زمانہ میں ڈیم بنانے کا بہت رواج ہے اور اس میں شک نہیں کہ معاشی حیثیت سے آج اس کی اہمیت بہت بڑھ گئی ہے، جو پانی پہلے ضائع ہوتا تھا، اس کو محفوظ اور جمع کر کے بڑے بڑے کام لئے جاتے ہیں، زمین کا بڑا رقبہ زیر کاشت آجاتا ہے، کارخانوں کے لئے بجلی پیدا ہوتی ہے، بہت سے آدمیوں کو روزگار ملتا ہے، دیہی علاقوں میں بجلی اور پانی کی آسانی ہوجاتی ہے، مواصلات کا سلسلہ بڑھتا ہے اور آمد و رفت کے ذرائع مستحکم ہوتے ہیں، انفرادی اور قومی آمدنی میں اضافہ ہوتا ہے اور پیداوار کہیں سے کہیں پہونچ جاتی ہے، اگر ایمانداری اور خلوص نیت سے کام کیا جائے تو یہ سارے فوائد اور نتائج یقیناً متوقع ہیں۔

مگر تصویر کا رنجیدہ پہلو یہ ہے کہ جتنی فکر اور توجہ آج حکومتوں کو (خواہ وہ اسلامی ہوں یا غیر اسلامی) ان سب باتوں کی طرف ہے، اس کا عشر عشیر بلکہ ایک فیصدی بھی ان مسائل کی طرف نہیں جو اس سے زیادہ اہم اور نازک ہیں، مثلاً ملک کا اخلاقی جذام، وہ ضمیر جس نے اپنا کام کرنا چھوڑ دیا ہے، احساس ذمہ داری جو یکسر مفقود ہوتا جارہا ہے، بے قید زندگی جس کی تبلیغ علانیہ گلی کوچوں میں کی جارہی ہے، روپیہ سے عشق، اور کرسی کا جنون، کرپشن اور قمار بازی، ایسا کیوں ہے؟ اور اتنی

www.abulhasanalinadwi.org

بڑی اور کھلی ہوئی حقیقت تک اتنے بڑے بڑے ذہنوں کی رسائی آخر کیوں نہیں ہوتی ہے؟

یہ ایک فطری سوال ہے، لیکن اگر ہم غور کریں گے تو اس نتیجہ پر پہونچیں گے کہ اس کی وجہ صرف ایک ہے اور وہ یہ کہ دل کی دنیا لٹتے ہوئے ہم اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھتے، اس لئے اس سانحہ کا علم ہم کو نہیں ہو پاتا، ہماری یہ مادی نگاہیں جہاں تک پہونچتی ہیں اس کا فاصلہ بڑی سے بڑی دوربین لگانے کے بعد بھی ایوان حکومت یا تخت سلطنت سے آگے نہیں بڑھتا۔

ہمیں صرف یہ نظر آتا ہے کہ اتنی زمین خشک اور بے آب وگیاہ پڑی ہوئی ہے، یہ نظر نہیں آتا کہ اتنے دل بنجر اور ویران ہو چکے ہیں، یہ نظر آتا ہے کہ اتنے دیہات روشنی اور بجلی سے محروم ہیں، یہ نظر نہیں آتا ہے کہ کتنی آنکھیں بے نور ہیں، کتنی عقلوں پر مہر لگ چکی ہے اور کتنے دلوں پر قفل پڑ گئے ہیں۔

ہمیں یہ دکھائی دیتا ہے کہ اتنے خاندان دولت سے محروم ہیں، یہ دکھائی نہیں دیتا کہ پوری پوری آبادیاں اور بعض اوقات پورے پورے ملک ایمان کی روشنی سے محروم اور انسانیت کے اولین تقاضوں، شہریت کے معمولی اصولوں اور دیانت وامانت کی ابتدائی قدروں تک سے ناآشنا ہیں۔

ہمیں یہ نظر آجاتا ہے کہ ہمارے اتنے بچے علم سے محروم ہیں اور حروف نہیں پہچانتے، یہ نظر نہیں آتا کہ یہ لاکھوں کروڑوں انسان اپنے خالق اور مالک سے ناواقف، رسول اور اس کی تعلیمات سے ناآشنا، اور آخرت سے بے فکر و بے خبر ہیں، اور ان کے دل میں خدا کا خوف اور خدائی عظمت اور محبت کا کوئی اثر نہیں معلوم ہوتا۔

وبائی امراض کے لئے ہمارے یہاں ٹیکوں، شفاخانوں اور قرنطینہ کا

www.abulhasanalinadwi.org

انتظام ہے، لیکن جو اخلاقی وبائیں، سنیما، ریڈیو، جنسی اخبارات ورسائل، جاسوسی ناولوں، عریاں تصویروں، مخرب اخلاق پوسٹروں اور اشتہارات اور فحش گانوں کے ذریعہ اور رقص وموسیقی اور آرٹ کے نام پر تیزی کے ساتھ پھیل رہی ہیں، اس کے لئے کوئی شفاخانہ، کوئی قرنطینہ اور کوئی حفاظتی قانون ہمارے پاس نہیں اور نہ اس کی ضرورت ہمیں کسی وقت محسوس ہوتی ہے۔

اخلاقی پستی کے اس طوفان بلاخیز کے لئے جو پورے ملک اور معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے رہا ہے، کسی اسوان، منگلا، یا بھاکڑا ڈیم کا خیال ہمارے دماغ میں نہیں آتا۔

نیل وفرات، راوی وجہلم اور گنگا وجمنا کے محدود سیلابوں کے نقصانات اور تباہ کاریاں تسلیم، لیکن بداخلاقی، کرپشن، بے حیائی و بدمستی اور دولت کی پوجا کا جو سیلاب آج ہر سوسائٹی میں (مسلم وغیر مسلم کی تفریق کے بغیر) گلے گلے بہ رہا ہے، اس کے لئے بھی ایک سد ایمانی کی ضرورت ہے۔

یہ اینٹ پتھر یا سیسہ اور فولاد کی کوئی سد سکندری نہیں، خدا کے خوف، دوسری زندگی کے یقین، حیا وغیرت، سچی انسانیت دوستی، ضمیر کے محاسبہ اور سچائی وحق پرستی کی وہ سد ایمانی ہے جو ان ڈیموں، پلوں اور پشتوں سے کہیں زیادہ اہم ہے جو پانی کے بچاؤ یا پانی کی حفاظت یا آبپاشی اور بجلی کے لئے قائم کئے جاتے ہیں، اور ان پر کروڑوں اور اربوں روپیہ اور دل ودماغ کا سب سے قیمتی سرمایہ، اور انسانی کاوش کا بہترین نچوڑ بآسانی صرف کردیا جاتا ہے۔

ہمارے یہ ڈیم اور منصوبے جتنے بھی عالیشان ہوں، اگر ہماری قوم اخلاقی ذمہ داری اور پامردی کی مردانہ صفات سے محروم ہے تو یہ اس کے کسی کام نہیں آسکتے، اس کو کسی اندرونی خطرہ اور بیرونی حملہ سے بچا نہیں سکتے، اور اس کے زوال و

www.abulhasanalinadwi.org

ادبار کو ملتوی نہیں کر سکتے، یہ قوم کے سامنے دھوکہ کی ٹٹی بن کر کھڑے ہو جاتے ہیں، اس کے جھوٹے غرور یا غفلت و بدمستی کو غذا پہونچاتے ہیں، پہاڑ کی طرح اس کے سامنے کھڑے ہو کر اس کو آگے دیکھنے سے باز رکھتے ہیں، قوم ان کو دیکھ دیکھ کر خوش ہوتی ہے کہ دنیا کے فلاں حصہ میں فلاں قوم کی سیاسی و معاشی بالا دستی قائم ہے، لیکن یہ ساری عمارت دراصل اخلاقی کمزوری کی ریت ہوتی ہے اور ایک صدمہ کی بھی تاب نہیں لاسکتی۔

ہندوستان سے لے کر مصر و شام اور مراکش و الجزائر تک ترقی کا معیار صرف ایک سمجھا جارہا ہے، ہائی ڈیم اور عالیشان ہوٹل، اسوان کا ہائی ڈیم بحر روم کے اس پورے علاقے کا بڑا ڈیم ہے، لیکن جب اسرائیل نے حملہ کیا تو اس وقت معلوم ہوا کہ ادھر بند ھ تیار ہوتا رہا اور ادھر قوم کھوکھلی ہوتی رہی، راز بیچے گئے، میدان جنگ میں عیاشیاں کی گئیں، یہودی جاسوس لڑکیاں فوجی افسران سے رابطہ رکھتی رہیں، نوجوان ٹیلی ویژن کے عریاں پروگرام، عبدالوہاب اور ام کلثوم کے نغمے اور خواب آور یا نشہ آور تقریریں سننے میں مشغول رہے یا آپس میں لڑتے رہے اور اقتدار کی رسہ کشی میں مصروف رہے، رقص گھر اسی طرح آباد اور سمندر کے ساحل اسی طرح پر رونق رہے، بکثرت لوگوں نے ملک سے غداری کی اور اس کے خلاف سازشیں کیں۔

یہ سب قوم کی اخلاقی قوت اور جوہر مردانگی سے غفلت، ایمان کی تحقیر، خدا کے خوف اور آخرت کے محاسبہ سے بے پرواہی کا ادنی نتیجہ تھا جو ایک معرکہ میں ظاہر ہو گیا۔

شاید ہم نے سمجھ لیا تھا کہ اسوان ڈیم سے قوم میں اخلاقی جرأت و استقامت بھی پیدا ہو جائے گی، اس کا کردار مضبوط ہو جائے گا، اس کے اندر ایمان و

www.abulhasanalinadwi.org

یقین اور جوانمردی وحوصلہ مندی بھی پیدا ہوجائے گی، دولت اور جنس کوئی چیز اس کو لبھانہ سکے گی اور آزمائش کی کوئی سخت گھڑی اس کے قدموں کو متزلزل نہ کرپائے گی۔

اسوان ڈیم (یا دنیا کا جو بھی ڈیم ہو) وہ اپنا کام ضرور پورا کرے گا، اس سے وہ فوائد بھی حاصل ہوں گے جس کے لئے وہ بنایا گیا ہے، لیکن قوم کی اخلاقی تعمیر، کردار کی تشکیل، اور اس کے ضمیر کی نگرانی، اس کا احتساب اور اس کی قیادت و رہنمائی اس کے بس سے باہر ہے۔

ہمارے منصوبے اور پروگرام بہت مبارک اور مفید ہیں، بہت ضروری اور اقتصادی ڈھانچہ کے لئے ناگزیر ہیں، لیکن یہ اسی وقت کارآمد ہوں گے اور باقی رہیں گے جب ان سے فائدہ اٹھانے والے باقی رہیں اور اخلاقی کمزوریوں کا شکار ہوکر ان سے ہاتھ نہ دھو بیٹھیں۔

آج نہ صرف ہمارے ملک میں بلکہ پورے عالم اسلام میں اخلاقی پستی اور بدعنوانی کی طوفانی موجوں کے لئے ایک نئے قسم کے بند کی ضرورت ہے۔

سد سکندری کے ساتھ آج ہمیں سد ایمانی کی ضرورت ہے، جس کا مسالہ اینٹ، پتھر اور فولاد نہیں، بلکہ تعلیم وتربیت، سنیما کی اصلاح اور ریڈیو، ٹیلی ویژن اور صحافت کو اخلاقی تخریب اور اخلاقی زوال اور وقتی لذت کا ذریعہ بنانے کے بجائے، اخلاقی تعمیر، ذمہ داری کا احساس دلانے، مقابلے کی طاقت پیدا کرنے اور کردار کی مضبوطی کا ذریعہ بنانا ہے۔

تھوڑا سا اس بات کا عملی مظاہرہ کرنے کی ضرورت ہے کہ یہ دنیا نیلام کی منڈی یا کوئی قمار خانہ نہیں، جہاں صرف روپیہ پر بولی بڑھتی اور ہار جیت کا سودا ہوتا ہے، یہ خدا کی بنائی زمین اور خدا کا دیا ہوا عطیہ ہے، یہ خدا کی ایک بڑی نعمت اور ہماری بڑی نازک ذمہ داری ہے، یہ زندگی بار بار ملنے والی چیز نہیں، صرف ایک دفعہ

www.abulhasanalinadwi.org

کے لئے دی گئی ہے اور واپس لینے کے بعد پھر دوبارہ ہرگز نہ مل سکے گی، اس لئے اس کے مہکتے ہوئے گلزار اور چمن میں شریف اور ایماندار، محنتی اور ذمہ دار انسانوں کی طرح رہنا چاہئے، درندوں یا مویشیوں کی طرح یا چوروں اور ڈاکوں کی طرح نہیں۔

ہم اپنے ملک کے ساتھ جو معاملہ آج کر رہے ہیں اس کو دیکھ کر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جیسے یہ ملک ہمارا نہیں، کسی دشمن کا ہو، ہر شخص نے یہ سمجھ لیا ہے کہ اس کی دنیا صرف اس کا پیٹ ہے اور اس کو ہر قیمت پر مسلسل پھرتے رہنا ہے، اس کا ملک صرف اس کا اپنا گھر ہے جہاں آرام کی ساری سہولتیں مہیا ہونی چاہئیں، چاہے اس کے لئے سینکڑوں انسانوں کا حق مارنا پڑے، اور اس کا وطن صرف اس کا پائیں باغ ہے جہاں دنیا کا ہر پھل ہر پھول اور ہر نعمت موجود رہنی چاہیے خواہ دنیا بھر کے غریب مزدور پریشان حال اور مقروض اور ایک ایک دانے کو ترستے ہوں۔

یہ ایک بڑی خطرناک بیماری اور وبا ہے، جس کے لئے انسانیت کے تمام دوستوں اور خاص طور پر مسلمانوں کو (جن کے پاس خدا کا آخری پیغام اور نبوت محمدی ﷺ کی لازوال روشنی ہے) آگے بڑھنا چاہیئے اور سب سے پہلے اس مہلک بیماری کی طرف توجہ کرنی چاہیئے جو گھر گھر پھیل چکی ہے اور جس کے افسوس ناک نتائج عرب وعجم ہر جگہ ہماری نظروں کے سامنے آرہے ہیں۔

+++++

www.abulhasanalinadwi.org

ہمارے معاشرہ کی دو اہم بنیادیں

معاصر مسلم سوسائٹی پر نظر ڈالنے سے ہم کو اندازہ ہوتا ہے کہ اس میں دو چیزوں کی طرف خصوصی توجہ کی ضرورت ہے۔

ایک معاشرت

دوسرے معیشت

آپ کو یہاں دینی، تعلیمی، اصلاحی اور سیاسی ہر قسم کی تحریکیں اور کوششیں مل جائیں گی، لیکن معاشرتی اصلاح اور معیشت کے استحکام کی طرف خاطر خواہ توجہ نظر نہ آئیگی، نتیجہ یہ ہے کہ ایک طرف معاشرتی بگاڑ، معاملات کی خرابی، بے کرداری اور اخلاقی زبوں حالی روز افزوں ہے، دوسری طرف افلاس وغربت بھی تیزی سے بڑھ رہی ہے، اس لئے آج ہمیں معاشرت کی اصلاح اور دینی تربیت کی طرف خاص توجہ دینے کی ضرورت ہے، اس کام سے ہر تعلیمی واصلاحی تحریک میں خود بخود مدد ملے گی، اس لئے کہ یہ اس کا جز لاینفک ہے، زیادہ واضح الفاظ میں ہم اس کو دو بڑے مقاصد سے تعبیر کر سکتے ہیں۔

مقصد اول:-

حقوق العباد، معاملات کی صفائی اور درستی، اتحاد و اخوت، امانت و

www.abulhasanalinadwi.org

دیانت، صفائی و لطافت، سچائی اور راستبازی، تجارت، زراعت، لین دین اور کاروبار میں شریعت کے اصولوں کا لحاظ اور اس کے مطابق عمل۔

مقصد دوم:-

رسوم و بدعات سے کلی اجتناب، فضول خرچیوں اور تقریبات میں آرائش و روشنی کے انسداد کی کوشش، قرضے جاری کرنے کے لئے ایک بیت المال کا قیام، چھوٹی اور گھریلوں صنعتوں کی مالی امداد اور حوصلہ افزائی، کوآپریٹیو اسٹور اور کوآپریٹیو سوسائٹی کا قیام۔

یہ وہ مقصد ہیں، جن سے ہماری تعلیمی و سیاسی تحریکات کا وہ خلا بہت حد تک پورا ہوجائے گا اور معاشرت اور معیشت کو مضبوط بنیادوں پر قائم کرنے میں مدد ملے گی۔

اس تحریک کو اس طرح چلایا جائے کہ اس وقت وہ خرچ جو مسرفانہ تقریبات اور اسی طرح کی چیزوں پر جو خرچ ہو رہا ہے، وہ خرچ بیت المال کو دیدیا جائے تا کہ اس سے مسلمانوں کی معاشی ضروریات پوری کی جاسکیں اور فضول خرچیوں کا سدباب بھی ہوجائے۔

اس زمانے میں مسلمانوں میں زیادہ تر مفاسد انہیں دو راستوں سے آرہے ہیں، یا رسم و رواج کی غلامی اور حکم شریعت سے بے تعلقی ان کو غلط کاریوں پر آمادہ کرتی ہے، یا غربت ان کو غلط راستوں پر ڈال رہی ہے، دوسری طرف ایک مالدار طبقہ ایسا ہے جو تمام مسائل سے بے پرواہ ہو کر کمانے اور اڑانے میں منہمک ہے، اگر ان لوگوں کو آمادہ کر کے ایک ایسا غیر سودی مالیاتی بینک قائم کیا جائے جو تعلیمی، اشاعتی، تجاری، زرعی اور گھریلو ضروریات کے لئے قرضے جاری کر سکے تو یہ درجاتی طبقہ چھوٹے تاجروں اور کاریگروں کے لئے نیز گھریلو صنعتوں اور دست کاری کے کاموں میں ترقی کا بہترین اور آسان ذریعہ بن سکتا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

اسی طرح عمارت شرعیہ کا نظام ہے جو اصلاً مسلم آبادی میں قائم ہونا چاہیئے اور وہاں تمام نزاعی یا فقہی معاملات کا فیصلہ ہونا چاہیئے، اس سے مسلمانوں کے وقت، دماغ اور دولت کا بڑا حصہ خرچ ہونے سے بچ جائے گا اور دین کے کام آئے گا اور شریعت پر عمل آسانی سے ہو سکے گا، یہ چند مسائل ہیں جن کے حل کرنے سے مسلمانوں کی اصلاح اور ان کے سیاسی و معاشی استحکام میں بہت مدد مل سکتی ہے، اور اس کو ہر ضلع میں شروع کیا جا سکتا ہے اور چلایا جا سکتا ہے۔

بنیادی بات یہ ہے کہ اس کی ضرورت کا احساس عام ہو اور لوگ محسوس کریں کہ ان چیزوں سے غفلت نے ہمیں کس منزل پر پہونچا دیا ہے، ہمیں امید ہے کہ اور حضرات بھی اس مسئلہ پر سنجیدگی اور دردمندی سے غور کریں گے اور اس اہم مسئلہ پر روشنی ڈالیں گے۔

ہمارا خیال ہے کہ اس میں کوئی بات ایسی نہیں ہے جس سے اختلاف کیا جائے، البتہ اس کی تفصیلات طے کرنے اور اس کے عملی مراحل پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔

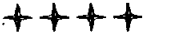

www.abulhasanalinadwi.org

دعوت کا ایک ناگزیر مرحلہ

تبلیغ و دعوت کے مراحل میں جو ایک اہم اور نازک مرحلہ پیش آتا ہے وہ یاس وقنوطیت ہے، جو لوگ دعوت کے کام سے کسی نہ کسی طرح متعلق ہیں، ان کو اس کا خوب تجربہ ہوتا رہتا ہے، اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کسی ایک علاقہ یا شہر میں پوری تندہی سے کام کرنے کے باوجود خاطر خواہ کامیابی نہیں ہوتی، بعض وقت کامیابی کی ساری کی ساری شرائط اور اسباب کی موجودگی میں سخت ناکامی کا سامنا ہوتا ہے، کبھی مخالفتوں، مزاحمتوں اور راہ کی دشواریوں سے عاجز آکر داعی ہمت چھوڑ بیٹھتا ہے اور اس کو عزلت اور گوشہ گیری میں عافیت نظر آتی ہے، لیکن غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ سب دعوت کے قدرتی نشیب وفراز اور فطری مراحل ہیں جن سے گزرنا لازمی ہے، اور آخری کامیابی اسی کو حاصل ہوتی ہے جو ان سے بھی گزر جاتا ہے اور اس آزمائش پر پورا اترتا ہے۔

دعوت وتبلیغ کا مقصد اگر متعین کرلیں تو پھر شاید زیادہ الجھن اور ذہنی انتشار سے ہم کو واسطہ نہ پڑے، مایوسی اور اضمحلال کے پیچھے یہ خواہش کام کرتی ہے کہ کام کا جو پیمانہ اور کامیابی کا جو معیار ہم نے متعین کیا ہے وہ پورا ہو جائے۔

اکثر اس کے پیچھے یہ جذبہ کارفرما ہوتا ہے کہ اتنے آدمی ہمارے دائرہ اثر

www.abulhasanalinadwi.org

میں آجائیں، دعوت کے پھیلاؤ کا رقبہ اتنا وسیع ہو جائے، ہمارے متبعین اور عقیدت مندوں کی تعداد اتنی زیادہ ہو، حالانکہ غور سے دیکھا جائے تو یہ بات درست نہیں، فطری طور پر خیالات ہر بشر کے دل میں آتے ہیں، لیکن ایک مقصد کی حیثیت سے ان کی کوئی قیمت نہیں اور ان کو نشاط عمل اور مقصد کی لگن میں کسی وقت حائل نہ ہونا چاہیئے، اسی موقع کے لئے قرآن مجید میں آتا ہے ﴿لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ[1]﴾ (تم کو کسی کی گمراہی نقصان نہ پہنچا سکے گی اگر تم ہدایت پا گئے) اگر آخرت صحیح معنی میں ہمارے سامنے ہو، خدا کے حکم کی تعمیل اپنے جذبات سے زیادہ ہم کو عزیز ہو، تعمیل حکم کی لذت اور رضائے الٰہی کی اولیت ہماری نگاہوں میں دولت دنیا سے زیادہ بیش قیمت اور قابل ترجیح ہو، تو پھر راستہ کی وقتی دشواریاں اور مقاصد دعوت میں عارضی ناکامیاں ہمارے اندر پست ہمتی پیدا کرنے کے بجائے ایثار و خود شکنی اور سرخوشی و سرمستی کی کیفیت پیدا کریں گی، اور ان سے ہماری اصلاح و ترقی اور تہذیب نفس کا سامان مہیا ہوگا۔

اس سلسلہ میں احتساب کائنات سے زیادہ احتساب نفس کی ضرورت ہے، خدا کی ناراضگی اور شریعت کی مخالفت و سرتابی کے ساتھ آئی ہوئی دولت اور نقد کامیابی مومن کے لئے کوئی قیمت نہیں رکھتی، اور خدا کی خوشنودی اور حکم شریعت پر عمل کے ساتھ بڑی سے بڑی دنیاوی دولت کا ہاتھ سے نکل جانا اس کے لئے کبھی رنج و حزن کی بات نہیں ہوتی۔

انسانوں کی اصلاح، رشد و ہدایت، اور دعوت و تبلیغ کا سارا کارخانہ اسی لئے ہے کہ اس کے ذریعہ خود ہماری اصلاح ہو، ہمارے لئے رشد و ہدایت کی سبیل پیدا ہو، ہمارے درجات بلند ہوں، ہمارے گناہ معاف ہوں، اس لئے اگر ناکامی

---

(۱) مائدہ: ۱۰۵

www.abulhasanalinadwi.org

کے ساتھ ہمیں یہ دولت ملتی ہے تو ایسی ظاہری ناکامی و تلخ کامی پر ہزار کامیابیاں اور فتح مندیاں قربان۔

اور اگر اس دنیا میں سب کی اصلاح ہو جاتی ہے، سب اللہ کے نیک مقبول بندے بن جاتے ہیں، ہر جگہ ایمان و یقین کی ہوائیں چلنے لگتی ہیں اور توبہ و اصلاح کی دولت ارزاں اور عام ہو جاتی ہے لیکن ہم کو اس کا کوئی حصہ نصیب نہیں ہوتا تو ہمارے لئے اس کا عدم اور وجود سب برابر ہے۔

اس لحاظ سے دیکھا جائے تو نظر آئے گا کہ دعوت کا پھیلاؤ اتنا ضروری اور ناگزیر نہیں، جتنا اس کا ٹھہراؤ اور گہرائی ہے۔

عرب و عجم اور شرق و غرب، آج جس جگہ نظر ڈالئے گا یہی صدا سنائی دے گی "مصطفیٰ نایاب و ارزاں بولہب" لیکن کیا اس کا نتیجہ یہ نکلنا چاہیئے کہ ہم دعوت کا کام چھوڑ دیں اور سررشتۂ امید منقطع کر لیں، ہرگز نہیں۔

قرآن مجید دعوت کے اس نازک ضروری اور اہم مرحلہ کے ذکر سے بھرا ہوا ہے، اس لئے اہل دعوت اور تمام اہل ایمان کو قرآن مجید کے مطالعہ اور تدبیر سے زیادہ سے زیادہ مدد ملے گی اور اس میں آپ کو اپنے ہر زخم کا مرہم، ہر درد کا درماں، ہر اشکال کا اور ہر سوال کا شافی و وافی جواب مل جائے گا۔

﴿وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا[1]﴾ (اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچا اور کون ہو سکتا ہے)۔

✦✦✦✦

(۱) نساء: ۸۷

www.abulhasanalinadwi.org

اسلام کا معیار تہذیب

تہذیب کے متعلق لوگوں کے مختلف خیالات ونظریات ہیں، اور اس کی متعدد تشریحیں کی جاتی رہی ہیں، اس لئے جب ہم اسلام اور تہذیب کا ذکر کریں تو ہمیں سوچنا چاہیئے کہ اسلام کا معیار تہذیب کیا ہے؟

تہذیب کا حال تو یہ ہے کہ ایک چیز ایک خاندان میں معیوب ہے، دوسرے خاندان میں مستحسن اور تیسرے خاندان میں مباح، خاندانوں، قبیلوں، شہروں اور ملکوں میں تلاش سے ہر سطح پر ایسی چیزیں مل جائیں گی، جن میں سخت اختلاف و تضاد معلوم ہوگا، مشرق میں تہذیب کا معیار دوسرا ہے، مغرب میں دوسرا، معیار حسن کا بھی یہی حال ہے، افریقہ کے حبشی، منگولیا کے چینی، جاپانی اور یورپ کے سفید فام باشندے سب حسن کے متعلق الگ زاویہ نگاہ رکھتے ہیں، ایسی صورت میں یہ کیسے یقین کیا جاسکتا ہے کہ تہذیب ایک واحد شئے ہے، جو ہر جگہ ایک معیار اور ایک سطح رکھتی ہے۔

اس سلسلہ میں ایک بنیادی بات یہ ذہن نشین کرنے کی ضرورت ہے کہ تہذیب ایک اضافی چیز ہے اور اس کی ساری قیمت مقصد کے دامن سے وابستہ ہے، مثلاً اسلام کے نزدیک اگر کوئی شخص خائن، بدکردار یا بے ضمیر اور بے اصول ہے

www.abulhasanalinadwi.org

تو وہ اپنے سارے ظاہری آداب وشائستگی اور خوش کلامی وخوش وضعی اور اپنے سارے علم وہنر اور حسن معاشرت کے باوجود ''غیر مہذب'' ہے۔

یہ ایک ایسا اصل الاصول ہے، جس کو سامنے رکھ کر ہم اسلام کے معیار تہذیب کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔

اسی بات کو دوسرے الفاظ میں اس طرح ادا کیا جاسکتا ہے کہ اسلام میں تہذیب کا آغاز باطن سے شروع ہوتا ہے اور یہ غیر اسلامی نظریات میں ظاہر ہے، اسلام میں اس کی اساس آخرت پر ہے، غیر اسلامی نظریات میں اس کی اساس دنیا پر ہے اور ''إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ [1]'' کے یہی معنی ہیں۔

اس بات کی وضاحت کے لئے یہاں دو مثالیں پیش کی جاتی ہیں، دعائے قنوت میں ہم میں ہر شخص روز پڑھتا ہے کہ ''نخلع و نترك من يفجرك'' (جو کھلم کھلا فجور وفسق میں مبتلا ہے، ہم اس کو چھوڑتے ہیں اور اس سے بالکل علیحدگی اختیار کرتے ہیں)۔

جدید مادہ پرستانہ تہذیب سے اختلاف کا یہ وہ نقطۂ آغاز ہے جو ہر موڑ اور ہر مرحلہ پر نظر آئے گا، عہد حاضر کی تہذیب یہ کہتی ہے کہ فسق وفجور انسان کا پرائیوٹ معاملہ ہے، کسی کو اس سے سروکار نہیں ہونا چاہیئے، اور اس لئے ایسے اشخاص سے بے تکلف تعلقات قائم کئے جاسکتے ہیں، لیکن اسلام کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ اگر حکومت کے باغی سے ربط وضبط جرم ہے تو خدا کے باغی سے صلح ومودت کس طرح درست وجائز ہے...؟ آج کی دنیا اس کو علیحدگی پسندی یا رجعت پسندی اور تنگ نظری سے تعبیر کرے گی، لیکن اسلام کا معیار تہذیب، جدید مادہ پرستانہ تصورات سے بالکل مختلف ہے، اس لئے کوئی ایسا جنکشن اس کے راستہ میں نہیں آتا جہاں دونوں ایک جگہ نظر آئیں اور متحد ہو جائیں، اسی طرح اسلامی معیار تہذیب یہ ہے ﴿وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ

---

(۱) حجرات: ۱۳

www.abulhasanalinadwi.org

فِيْ الْكِتَابِ أَنْ إِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَ يُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ إِنَّكُمْ إِذًا مِّثْلُهُمْ[1] (یعنی ان مجالس میں جہاں خدا اور رسول کی بے حرمتی کا امکان ہو ہمیں بالکل نہ بیٹھنا چاہیئے اور اگر ایسا ذکر چل نکلے تو آداب محفل کا خیال کئے بغیر وہاں سے اٹھ کر چلا جانا چاہیئے)

حریت فکر کے نام پر ہوا پرستی کی دعوت دینے والوں کے نزدیک یہ تاریک خیالی، تعصب، یا جذباتیت کی بات ہوگی، لیکن اسلام میں یہ تہذیب کے بالکل مطابق، بلکہ عین تہذیب ہوگی، اور اس مجلس میں بیٹھنے والے اس کے نزدیک انتہائی غیر مہذب انسان کہلائے جائیں گے۔

یہ دوسری مثالیں ہیں، ورنہ غور کیا جائے تو نظر آئے گا کہ اسلام کا پورا معاشرتی نظام اس قسم کے نمونوں اور مثالوں سے بھرا ہوا ہے۔

کھانے کے برتن صاف کرنا، انگلیاں صاف کرنا، مسواک کرنا، یہ وہ باتیں ہیں جو جدید مغربی معاشرت کے لئے ناقابل برداشت ہیں، لیکن اسلام کا نقطۂ نظر اس باب میں بالکل واضح ہے، اس کے نزدیک تہذیب انسانی کا سرچشمہ حکم خدا اور اسوۂ رسول ہے، نہ کہ ہمارے خود ساختہ نظریات۔

جدید دنیا میں خود غرضی کا نام تہذیب ہے، اسلام میں ایثار و بے غرضی کا، جدید دنیا میں خود پرستی کا نام تہذیب ہے، اسلام میں خود شکنی کا، یہ وہ بنیادی نقطۂ اختلاف ہے جو اسلام کے معیار تہذیب کو موجودہ و گذشتہ تمام خود ساختہ معیاروں، بلکہ صحیح الفاظ میں مفروضات سے بالکل جدا کر دیتا ہے، اس لئے اگر کوئی اسلام کے ضمن میں تہذیب و تمدن کا بار بار ذکر کرتا ہے تو اس کو اچھی طرح سوچ لینا چاہیے کہ اس کے ذہن میں تہذیب کا مفہوم کیا ہے، کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ اپنی بے خبری میں

---

(۱) نساء: ۱۴۰

www.abulhasanalinadwi.org

تہذیب کے اسی چلے ہوئے بازاری مفہوم کو مراد لے رہا ہے، جس کا علمبردار مغرب ہے، اگر ایسا ہے تو وہ اسلام کی طرف ایک ایسی چیز منسوب کر رہا ہے جس سے اسلام بالکل بَری ہے۔

اسلامی تہذیب و تمدن کی جلوہ گری دیکھنے کے لئے ہمیں حضرت عمرؓ کے جھونپڑے کی طرف دیکھنے کی ضرورت ہے، دمشق و بغداد کے درباروں یا غرناطہ و اشبیلیہ کے زرنگار محلوں کی طرف نہیں، اس کی تشریح کے لئے ابن رشد و فارابی کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت نہیں، اس کے لئے صحابہ و تابعین اور علماء و اولیاء امت کی پاکیزہ اسلامی زندگی کے عملی نمونے کافی ہیں۔

اسلامی تہذیب فنون لطیفہ، فن تصویر اور فن تعمیر کے نازک پیچ و خم میں نہیں ملے گی، اس کی تلاش اہل حق کی سیرت، سنت اور عزیمت اور ایثار و خدمت کے ان زندہ جاوید نمونوں میں کرنی چاہیئے، جن کو ہم عبدالقادر جیلانیؒ، شیخ نظام الدین اولیاءؒ، مجدد الف ثانیؒ اور سید احمد شہیدؒ جیسے ناموں سے یاد کرتے ہیں۔

فن تعمیر کے متعلق قرآن مجید نے اپنا معیار بتایا ہے۔

﴿أَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ آيَةً تَعْبَثُوْنَ ☆ وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ ☆ وَإِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِيْنَ ☆[1]﴾ (کیا تم ہر اونچے مقام پر ایک یاد گار کے طور پر عمارت بناتے ہو، جس کو محض فضول، بلاضرورت بناتے ہو اور بڑے بڑے محل بناتے ہو جیسے دنیا میں تم کو ہمیشہ رہنا ہے، اور جب کسی پر داروگیر کرنے لگتے ہو تو بالکل جابر اور ظالم بن کر داروگیر کرتے ہو)۔

ادب و شاعری کی بھی ساری قیمت اسی وقت ہے جب وہ اس مقصد سے ہم آہنگ ہو اور اس کو قوت پہونچاتی ہو، یہ اضافی قیمت جس دم علیحدہ ہوگی، روح

---

(۱) شعراء: ۱۲۸_۱۲۹_۱۳۰

www.abulhasanalinadwi.org

اس کے جسم سے نکل جائے گی اور اسلامی تہذیب کی نظر میں اس کی حیثیت وہ ہوجائے گی جس کو قرآن مجید میں اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

﴿وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ ☆ أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ يَهِيمُونَ ☆ وَأَنَّهُمْ يَقُولُونَ مَالَا يَفْعَلُونَ ☆ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ...الخ[1]﴾

''اور شاعروں کی راہ تو بے راہ لوگ چلا کرتے ہیں، اے مخاطب کیا تم کو معلوم نہیں کہ شاعر لوگ خیالی مضامین کے ہر میدان میں حیران پھرا کرتے ہیں اور زبان سے وہ باتیں کہتے ہیں جو کرتے نہیں ہیں، ہاں مگر جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے''۔

اسلامی تاریخ میں سلاطین نے رقص و موسیقی یا غیر ضروری تعمیرات کی جو سرپرستی کی ہے، اس پر ہمدردانہ (ناقدانہ نہیں) نقطۂ نظر سے تحقیق یا ان کی درباری زندگی کے غیر اسلامی مظاہر کی تحسین و ستائش یا ابن سینا، ابن رشد اور مسکویہ کو اسلامی تاریخ کے ہیرو کی حیثیت سے پیش کرنے کی کوشش، یا ملکوں کی قدیم تہذیبوں مثلاً آشوری، فینقی اور فرعونی تہذیب و تمدن کے احیاء کی دعوت اور محبت و عظمت کے ساتھ اس کی توصیف و تعریف اسلامی تہذیب کی ہرگز خدمت نہیں کہی جاسکتی، یہ تو صرف اس بات کی دلیل ہے کہ ہم اسلام کے معیار تہذیب سے ناواقف اور بے خبر ہیں، یا مرعوبیت اور احساس کہتری کا شکار ہیں، اور ''ہوس پرستی و شکم پروری'' کے اس دور میں اسلام کے معیار کو کھل کر بیان بھی نہیں کرسکتے، اور خدا سے زیادہ ان انسانوں سے ڈرتے ہیں جو ہمارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے۔

تہذیب کسی ایسی چیز کا نام نہیں جو ایک جگہ سے دوسری جگہ بلا کم و کاست منتقل کی جاسکتی ہو، اس کو انسانوں کے بنائے ہوئے مفروضات اور خدا کے مقرر

---

(۱) شعراء: ۲۲۴ تا ۲۲۷

www.abulhasanalinadwi.org

کردہ اصولوں کے درمیان تلاش کرنا چاہیئے، اگر وہ خدا کے بتائے ہوئے اصول اور اسوۂ رسول کے ماتحت ہو تو تہذیب ہے اور اگر اس کے خلاف ہو تو اپنے سارے دعووں، فلسفوں، تحریکوں اور کتب خانوں کے باوجود بدتہذیبی ہے۔

﴿فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ فَأَنَّىٰ تُصْرَفُونَ﴾[1] (حق کے بعد سوائے گمراہی کے اور کچھ نہیں، پھر اس کو چھوڑ کر کہاں پھرے جاتے ہو)۔

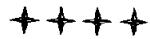

www.abulhasanalinadwi.org

روشن مستقبل کی طرف

حالات کا منھ دیکھنے والوں اور اسباب و واقعات کے اشارہ پر چلنے والوں کی نگاہ میں مسلمانوں کے مستقبل کا انحصار صرف طاقت کے توازن، تعداد کی کثرت و قلت، حالات سے مفاہمت اور اپنے ملّی وجود کو نئے دھاروں میں سمونے کی صلاحیت پر ہے، ان کا معیار اور اصول یہ ہے کہ سب سے پہلے ہمیں یہ دیکھنا چاہیئے کہ حالات و واقعات ہم سے کیا تبدیلی چاہتے ہیں، مقدم یہ ہے کہ سب سے پہلے اپنے آپ کو ان حالات و واقعات کے مطابق بنایا جائے اس کے بعد دیکھا جائے، کہ ہمارا اصول اور نصب العین یا ہماری تہذیب و ثقافت ان سے کس درجہ متاثر ہوتی ہے، اس لیے کہ زندہ رہنے اور ترقی کرنے کے لئے ہمیں ان ملّی نقصانات کو بھی ایک حد تک برداشت کرنا ہوگا۔

وہ مسلمانوں کے مسائل کے لئے جو حل تجویز کرتے ہیں، اور جس طریقہ سے ان کی رہنمائی کرنا چاہتے ہیں، اس میں قدرتی طور پر یہی ذہن کام کرتا ہے، مسلمانوں کے تعلیمی، تمدنی اور معاشرتی مسائل پر ان لوگوں کے ذہن میں کچھ لے دے کر مفاہمت کر لینے کا نقطۂ نظر بہت عام ہے، کبھی دبی زبان سے کبھی برملا اس بات کی تبلیغ کرتے رہتے ہیں، اور اسی کو تمام مسائل کا آخری اور عملی حل سمجھتے ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

لیکن کیا یہی عملی اور حقیقت پسندانہ نقطۂ نظر ہے؟ کیا ہم ٹھنڈے دل ودماغ سے سوچنے کے بعد اسی نتیجہ تک پہونچیں گے۔

غور سے دیکھا جائے تو نظر آئے گا کہ یہ ذہن اور نقطۂ نظر دراصل دو چیزوں سے پیدا ہوا ہے، ایک مسلمانوں کو دنیا کی دوسری قوموں پر قیاس کرنا، دوسرے اسلام اور اس سے ناواقفیت، سب سے اہم اور مرکزی نقطہ جہاں سے ہم کو چلنا چاہیئے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا معاملہ مسلمانوں کے ساتھ وہ نہیں جو دوسری قوموں سے ہے، ان قوموں کے متعلق تو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بار بار فرمایا ہے کہ ہم نے ان کے لیے رسی دراز رکھی ہے اور ان کو ڈھیل دے رکھی ہے، ان کی تعمیر بھی تخریب، ان کی راحت بھی مصیبت، ان کی آسائش بھی آزمائش اور ان کا عروج بھی زوال ہے۔

اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿وَ مَنْ كَفَرَ فَأُمَتِّعُهُ قَلِيْلًا ثُمَّ أَضْطَرُّهُ إِلٰى عَذَابِ النَّارِ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ (۱)﴾ (لیکن جس نے کفر کیا تو میں اس کو تھوڑی ڈھیل دوں گا، پھر مجبور کروں گا اس کو آگ کے عذاب کی طرف، اور بڑا برا ٹھکانا ہے)۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ وَ رِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّأَبْقٰى (۲)﴾ (اور ہرگز ان چیزوں کی طرف آپ آنکھ اٹھا کر نہ دیکھئے جن سے ہم نے کفار کے مختلف گروہوں کو ان کی آزمائش کے لیے متمتع کر رکھا ہے کہ وہ محض دنیوی زندگی کی رونق ہے اور آپ کے رب کا عطیہ بدرجہا بہتر اور دیرپا ہے)۔

---

(۱) بقرہ: ۱۲۶ (۲) طٰہٰ: ۱۳۱

www.abulhasanalinadwi.org

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

﴿فَلَا تُعْجِبْكَ أَمْوَالُهُمْ وَ لَا أَوْلَادُهُمْ إِنَّمَا يُرِيْدُاللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَ تَزْهَقَ أَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كَافِرُوْنَ[1]﴾ (ان کے اموال واولاد آپ کو تعجب میں نہ ڈالیں، اللہ کو صرف یہ منظور ہے کہ ان چیزوں کی وجہ سے ان کو دنیوی زندگی میں گرفتارِ عذاب رکھے اور ان کی جان کفر ہی کی حالت میں نکل جاوے)۔

بعض احادیث میں ہے کہ انسان جب کسی اور چیز پر بھروسہ کرتا ہے اور خدا سے بے نیاز ہو کر اپنے وسائل کے اعتماد پر کوئی کام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے اپنا ہاتھ اٹھالیتا ہے اور اس کو اس کی پرواہ بھی نہیں ہوتی کہ وہ کس وادی میں جا کر ہلاک ہوا۔

تکبر وغرور، استکبار اور علو فی الارض، نبوت ورسالت کی تحقیر اور اپنے علم وقوت پر زعم کی وجہ سے (جس کو قرآن مجید میں اس طرح بیان کیا گیا ہے ﴿قَالَ إِنَّمَا أُوْتِيْتُهُ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ[2]﴾ قارون نے کہا: یہ سب تو مجھے میرے علم کی بدولت ملا ہے) اللہ تعالیٰ نے اپنی نگاہ رحمت ان قوموں سے پھیر لی، اور جس طرح شیطان کو قیامت تک کے لیے بہکانے کی مہلت دی، اسی طرح پیچھے چلنے والوں کو بھی یہ چھوٹ دے دی کہ وہ اپنی سرکشی وبدمستی کا مزہ چکھنے کے لئے خوب سامان کرلیں۔

اس کا نتیجہ کیا ہوا؟

خدا کا حقیقی اور اصل سہارا چھوڑ کر یہ قومیں دنیا کی ہر چیز کے سامنے سر جھکانے پر مجبور ہوئیں، وہ بہت فخر سے کہتی ہیں کہ ہم نے قدرت پر فتح پائی اور چاند تاروں پر کمند ڈالی، لیکن غور سے دیکھئے تو نظر آئے گا کہ انھوں نے اپنا مستقبل کیسی

---

(۱) توبہ: ۵۵ (۲) قصص: ۷۸

www.abulhasanalinadwi.org

کیسی فانی، بے جان، بے ضمیر اور بے رحم چیزوں سے باندھ رکھا ہے، ایک معبود حقیقی کے در کو چھوڑ کر ان کو کتنے آستانوں پر سر جھکانا پڑا، اور کیسی حقیر حقیر چیزوں کو اپنا مطلوب و مقصود بنانا پڑا، انھوں نے اپنے مستقبل کی بنیاد روٹی اور بم کے ٹکڑوں پر رکھی ہے، ہر لمحہ تغیر پذیر سیاسی حالات پر رکھی ہے، بلکہ یہ کہنا بھی غلط نہ ہوگا کہ ذہن انسانی کے گریز پا لمحات پر رکھی ہے، آج یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں کہ ایک سربراہ حکومت کی ادنیٰ دماغی لغزش یا کوئی غلط ذہنی رَو کروڑوں انسانوں کے لیے موت اور المناک تباہی کا انجام ثابت ہوسکتی ہے، خدا کو چھوڑنے اور حالات کا دامن پکڑنے کا نتیجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے مستقبل کو راڈار کے آئینوں اور پردوں سے اس طرح وابستہ کردیا ہے کہ حساب کتاب کی ذرا سی بھی چوک سے جنگ عظیم کے شعلے بھڑک سکتے ہیں، وقار اور انا کے مسئلہ پر کروڑوں انسانوں کا خون پانی کی طرح بہہ سکتا ہے، موجودہ حربی ٹیکنک اور ٹیکنالوجی کے زیادہ سے زیادہ استعمال اور اس پر زیادہ سے زیادہ اعتماد کی وجہ سے اب انسانوں کی تباہی اور سلامتی کا انحصار صرف چند اشخاص بلکہ صرف چند بٹنوں پر رہ گیا ہے، جن کے دباتے ہی تباہی و بربادی کا وہ ہولناک نقشہ سامنے آسکتا ہے، جس کا صحیح اندازہ خود ان حالات کے غلاموں اور خود فراموش انسانوں کو بھی نہیں ہے۔

ایک ایمان عقیدہ، دعوت اور پیغام رکھنے والی زندہ قوم کے لیے یہ سبق نہیں کہ وہ حالات کے تابع بن کر رہے، اس کے روشن مستقبل کا راستہ یہ نہیں ہے کہ وہ اپنے ملی وجود میں قطع و برید کرکے اس کو کسی نئے ماحول کے سانچہ میں ڈھال لے اور جو کچھ بچ جائے اس پر قناعت کرکے بیٹھ رہے اس کے لیے راستہ صرف وہ ہے جو قرآن مجید نے کھول کھول کر بتادیا ہے۔

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ

www.abulhasanalinadwi.org

فِيْ الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِيْ ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا[1] ﴾ (تم میں جو لوگ ایمان لاویں اور نیک عمل کریں ان سے اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ (ان کو اس اتباع کی برکت سے) زمین میں حکومت عطا فرمائے گا جیسا ان سے پہلے لوگوں کو حکومت دی تھی اور جس دین کو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے پسند کیا ہے، اس کو ان کے لئے قوت دے گا اور ان کے اس خوف کے بعد اس کو مبدل بامن کردے گا)۔

اس امت کی پوری تاریخ گواہ ہے کہ اس نے ہمیشہ نامساعد حالات اور دشواریوں اور تلخیوں کو گردِ راہ سمجھا، لیکن خدا سے اپنا معاملہ درست کرنے اور اس کی شرائط پوری کرنے کے بعد، حضرت ابوبکر ﷺ کا لشکرِ اسامہ ﷺ کو بھیجنا بھی حالات کے تقاضہ کے خلاف تھا، حضرت خالد ﷺ کو مٹھی بھر آدمیوں کے ساتھ لاتعداد رومیوں سے مقابلہ کرنا بھی حالات کے خلاف تھا، اندلس میں مجاہدین کے اترنے کے بعد طارق بن زیاد کا کشتیاں جلوا دینا اور مسلمانوں کا بحرِ ظلمات میں گھوڑے ڈال دینا بھی حالات کے خلاف تھا، لیکن یہ ہمیشہ یاد رہے کہ یہ سب مسلمانوں کی دینی حالت اور دینی مستقبل کی طرف سے اطمینان کے بعد تھا اس سے پہلے نہیں۔

اسلام کی روح اور اس کا پیغام یہ ہے کہ تم حالات کو بدلنے کے لئے دنیا میں بھیجے گئے ہو، حالات کے محور پر گردش کرنے کے لئے نہیں، لیکن

شرط اول قدم آنست کہ مجنوں باشی

اس کے لئے پہلی شرط یہ ہے کہ زندگی کے ہر شعبہ میں عبادت و تلاوت، معاملات و معاشرت، کسب و معیشت، غرض کی زندگی کے ہر موڑ اور ہر میدان میں خدا پر نگاہ رکھو، خدا کے ساتھ اپنا معاملہ درست رکھو، تمہاری دینی زندگی میں کوئی

---

(۱) نور: ۵۵

www.abulhasanalinadwi.org

جھول، تمھاری معاشرت میں کوئی چیز خلاف اسلام اور تمہارے اسلامی و انسانی حقوق وتعلقات میں خدا کی کوئی نافرمانی اور اس کے حکم کی پامالی نہ ہو۔

روشن مستقبل کی طرف ہمارا پہلا قدم یہی ہے، اگر ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ دور اندیشی، مصلحت شناسی اور سیاسی سوجھ بوجھ کے خلاف ہے اور ''موجودہ حالات'' میں اس نہج پر سوچنا اور اس طریقہ پر عمل کرنا بہت دشوار ہے تو ہمیں قرآن مجید کی طرف رجوع کرنا چاہیئے جو ہمارے لئے ہر وقت اور ہر جگہ روشنی کا مینار ہے اور جس سے ہم ہر چھوٹے بڑے مسئلہ میں مکمل رہنمائی حاصل کر سکتے ہیں، وہ ان عقلاء وحکماء اور موجودہ اصطلاح میں ''حقیقت پسندانہ'' نقطۂ نظر رکھنے والوں کے لئے کہتا ہے۔

﴿أَمْ تَحْسَبُ أَنَّ أَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُونَ أَوْ يَعْقِلُونَ إِنْ هُمْ إِلَّا كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ سَبِيلًا (۱)﴾ (کیا آپ سمجھتے ہیں ان میں اکثر سنتے ہیں یا سمجھتے ہیں، وہ تو چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ زیادہ گمراہ ہیں)۔

دوسری طرف خدا اور رسول کے طریقہ پر عمل کرنیوالوں اور حالات وواقعات سے زیادہ خدا پر اعتماد کرنے والوں کے لئے قرآن مجید میں بار بار اعلان ہے۔

﴿أُولَئِكَ الَّذِينَ هَدَاهُمُ اللَّهُ وَأُولَئِكَ هُمْ أُولُو الْأَلْبَابِ (۲)﴾ (وہی لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی اور وہی لوگ عقل والے ہیں)۔

(۱) فرقان: ۴۴ (۲) زمر: ۱۸

www.abulhasanalinadwi.org

www.abulhasanalinadwi.org